ماہنامہ

انوارِ مدینہ

جلد : ۱۶ | صفر المظفر ۱۴۲۹ھ / فروری ۲۰۰۸ء | شمارہ : ۲

مدیر اعلٰی	نائب مدیر
سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے........سالانہ ۲۰۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ ۷۵ ریال

بھارت، بنگلہ دیش............. سالانہ ۲۰ امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ.............. سالانہ ۲۰ ڈالر

امریکہ..................سالانہ ۲۵ ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

fatwa_abdulwahid1@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ 2-7914 مسلم کمرشل بنک

فون نمبرات

جامعہ مدنیہ جدید : 092 - 42 - 5330311

خانقاہ حامدیہ : 092 - 42 - 5330310

فون/فیکس : 092 - 42 - 7703662

رہائش ''بیت الحمد'' : 092 - 42 - 7726702

موبائل : 092 - 333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۵
ملفوظات شیخ الاسلامؒ	حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکویؒ	۱۰
حکیم فیض عالم کی بے راہ رَوی	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۳
مدارس میں مجالسِ ذکر کے قیام کی ضرورت...	حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ	۲۳
عورتوں کے رُوحانی امراض	حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ	۳۵
حضرت فاطمہؓ کے مناقب	حضرت علامہ سیّد احمد حسن سنبھلی چشتیؒ	۳۷
وضو میں چہرہ کے دائرے میں موجود	حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب	۳۹
گلدستۂ احادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۴۹
دینی مسائل		۵۲
یہودی خباثتیں	جناب عبداللہ التل صاحب	۵۵

آپ کی مدتِ خریداری ماہ .... ختم ہوگئی ہے

آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ .... روپے جلد اِرسال فرمائیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم اما بعد !

۱۸ ؍ جنوری کو شائع ہونے والے قومی روزناموں میں چیف آف آرمی سٹاف جنرل اشفاق کیانی کی طرف سے یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ :

"تمام سول محکموں اور اُن کے ذیلی اِداروں میں خدمات سرانجام دینے والے حاضر سروس فوجی افسروں اور اہلکاروں کو اُن کے یونٹوں میں واپس بلانے کا فیصلہ کرلیا گیا ہے اور اِس فیصلہ کی تفصیلات کا فیصلہ اگلے اَڑتالیس گھنٹوں میں کرلیا جائے گا۔"

جنرل کیانی کے اِس فیصلہ کو ملک میں ہر سطح پر سراہا گیا ہے اور اِس پر عملدرامد کی صورت میں اِس کو بہت خوش آیندہ قرار دیا گیا ہے۔

جنرل کیانی اپنے اِس فیصلہ میں اگر سنجیدہ ہیں تو اُن کو اِس کے بہتر سے بہتر ثمرات کے حصول کے لیے مزید بہت سے اہم اقدامات کرنا ہوں گے۔ تاحال یہ بات واضح نہیں ہوئی کہ اُن کے فیصلہ پر عمل درآمد ہوا یا نہیں اگر ہوا ہے تو کس حد تک ؟ البتہ یہ بات یقینی ہے کہ اگر وہ اپنے فیصلہ میں سنجیدہ ہیں تو اُنہیں مزید بہت سے اہم اقدامات کرنے ہوں گے، اِن میں سب سے پہلا قدم یہ اُٹھانا چاہیے کہ سکیورٹی کونسل ختم کردی جائے

تاکہ ملک میں اعلیٰ فوجی کمان سے متعلق بے اعتمادی کی فضاء اعتماد میں بدلنی شروع ہو جائے اور سیاسی گھٹن میں کمی واقع ہو کر سیاسی جماعتوں کو کھل کر کام کرنے کا موقع ملے۔

اِس کے ساتھ اپنے اِس اقدام میں توسیع کرتے ہوئے ریٹائرڈ جرنیلوں اور فوجی افسران کی بھاری تعداد کو بھی غیر فوجی عہدوں سے ہٹانا نہایت ضروری ہے تاکہ سول ملازمین جو اِن عہدوں کے بجا طور پر اوّلین حقدار ہیں تعینات کیے جا سکیں۔ فوجی طبقہ ملک کا نہایت مراعات یافتہ طبقہ ہے، ریٹائر ہونے پر مالی، طبی، سفری اور غیر معمولی مراعات کے علاوہ زمینوں اور جائدادوں کی صورت میں اِن کو بہت کچھ دیا جاتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اِن سے زیادہ مستحق طبقہ کو ملک کے وسائل میں اُن کا حصہ فراہم کیا جائے اور اِن شکم سیر ریٹائر افسران کو بقیہ زندگی اپنے گھروں ہی میں گزارنی چاہیے جیسا کہ دُنیا بھر میں ہو رہا ہے۔

☆

آخر میں اِس سے بھی اہم بات کا تذکرہ بھی بہت ضروری ہے کہ ملک کے شمالی علاقوں اور وزیرستان میں جاری فوجی آپریشن کو فوری طور پر بند کر دیا جائے اور وہاں کے عوام کی خواہش کے مطابق اسلامی نظام کے نفاذ میں ہرگز کوئی رُکاوٹ نہ ڈالی جائے، جمہوریت کا بھی یہی تقاضہ ہے عقل و دانش بھی یہی کہتی ہے اور مسلمان ہونے کے بھی شایانِ شان یہی بات ہے کہ ملک کا ہر سیاسی اور فردِ اسلام کا علمبردار ہو نا کہ اُس کی راہ کا پتھر۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے حال پر رحم فرماتے ہوئے اپنے کرم کا معاملہ کرے اور دُرست بات حکمرانوں اور عوام کے دماغوں میں ڈال دے، آمین۔

مولای صلّ وسلّم دائمًا ابدًا | درس حدیث | علٰی حبیبک خیر الخلق کلّھم

حضرتِ اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

اَنصار کون ہیں ؟ رسول اللہ ﷺ کی اِن کے بارے میں ہدایات پیشنگوئی کہ اَنصار کم ہوجائیں گے

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 55 سائیڈ A 1985-12-27)

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلٰوۃ والسلام علٰی خیر خلقه سیدنا و مولانا محمد و آله وا صحابه اجمعین امابعد !

حضرتِ آقائے نامدار ﷺ نے صحابۂ کرام میں اَنصار کی تعریف فرمائی ہے اُس میں اِس درجہ تک اِرشاد فرمایا کہ **لَایُبْغِضُ الْاَنْصَارَ اَحَدٌ یُّؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ** [1] اَنصار سے کوئی ایسا آدمی بغض نہیں رکھ سکتا جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔

اَنصار کون ہیں ؟

اَنصار وہ حضرات ہیں جنہوں نے جنابِ رسولِ کریم علیہ الصلٰوۃ والسلام کی اور (ہجرت کرنے والے) صحابۂ کرام کی مدد کی اُن کو اپنے پاس رکھا اُن کی ہر مشکل میں کام آئے، آگے بڑھ کر کام کیا **وَالَّذِیْنَ تَبَوَّءُ وا الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِھِمْ** یہ جنہوں نے گھر اور ایمان دونوں کو جگہ دی اپنے یہاں **یُحِبُّوْنَ مَنْ ھَاجَرَ اِلَیْھِمْ** جو اُنکے پاس ہجرت کرکے آتا ہے اُس سے وہ محبت رکھتے ہیں **وَلَایَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِھِمْ**

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۹

حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۔ اُن کی یہ بھی ایک صفت آئی ہے کہ اگرچہ خود کو شدید ضرورت ہو اُس کام کی اُس چیز کی تو بھی اپنے آپ پر دُوسرے کو ترجیح دے دیتے ہیں۔

تو جنابِ رسول اللہ ﷺ نے اِس طرح کے کلمات بھی اِرشاد فرمائے ہیں کہ اَنصار سے جو بغض رکھتا ہے وہ مؤمن نہیں ہے۔ کوئی مؤمن اَنصار سے بغض نہیں رکھ سکتا کیونکہ اُنہوں نے تو جنابِ رسول اللہ ﷺ کی مدد کی ہے اور جنہوں نے آپ کی مدد کی ہے تو اُن سے تو ہر ایمان والے کو قدرتی طور پر محبت ہونی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسے کیا کہ جب ہجرت کی جگہ معین ہوئی تو کچھ اَنصار آئے تو یہاں مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے والے بھی مدینہ منورہ پہنچے اُن میں حضرتِ مصعب ابنِ عمیر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔[1] یہ مہاجرین میں ہیں اِنہوں نے مدینہ منورہ میں اسلام کی تبلیغ کی تو مسلمان ہوتے چلے گئے لوگ اور ہر حج کے موقع پر بیت اللہ مکہ مکرمہ یہ حاضر ہوتے تھے رسول اللہ ﷺ سے ملتے تھے اور آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کرتے تھے۔

بیعتِ عقبہ چار ہیں :

تو جس جگہ بیعت کرتے تھے اُس جگہ کو ''عَقَبَة'' کہا جاتا ہے تو بَیْعَتِ عَقَبَةْ اُوْلٰی ثَانِیَةْ پہلی دُوسری اِس طرح سے اُن کے نام ہیں، چار تک ہیں بیعتِ عقبہ۔ تو اُس میں مسلمان ہونے والوں کی اور پکی طرح مسلمان ہونے والے اہلِ مدینہ کی تعداد خاصی ہوگئی تھی اور تقریبًا ستّر حضرات وہاں حاضر ہوئے۔

مدینہ منورہ تشریف لانے کی دعوت :

اور اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دعوت دی کہ جناب وہاں مدینہ منورہ تشریف لائیں۔ اور اُنہوں نے یہ بھی کہا کہ جس طرح سے ہم اپنے اہل وعیال کے لیے بے چین ہوتے ہیں اُن کا کام کرتے ہیں خدمت کرتے ہیں حفاظت کرتے ہیں جانی اور مالی ہر طرح سے قربانی میں دریغ نہیں کرتے اپنے بھائی کے لیے اَولاد کے لیے بچوں کے لیے بیوی کے لیے تو اِسی طرح سے جناب کے لیے بھی ہم حاضر رہیں گے اِس طرح کے کلمات اِن حضرات نے اپنے عہد میں کہے تو رسول اللہ ﷺ نے پسند تو فرمالیا تھا مگر جب تک اللہ کی طرف سے اجازت نہ ہو کہ اَب اِس جگہ سے وہاں چلے جاؤ تو انبیاء کرام ایسے نہیں کر سکتے تھے۔ حضرتِ

---

[1] بخاری شریف ص ۵۵۸

یونس علیہ السلام نے یہی کیا تھا کہ قبل اِس کے کہ حکم آئے وہاں سے روانہ ہوگئے وہ جو آیات آتی ہیں وہ ساری اِسی چیز پر ہیں۔ جنابِ رسول اللہ ﷺ کو اجازت نہیں ہوئی تھی تو آپ وہاں سے روانہ نہیں ہوئے باقی حضرات کے لیے اجازت دی کہ چلو۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی اجازت دے دی تھی وہ بھی روانہ ہوگئے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ابنِ دغنہ کی طرف سے اَمان :

تو راستے میں وہ مل گئے ایک اُن کے دوست ابن الدغنہ قارۃ قبیلہ کے وہ سردار تھے۔ اُنہوں نے کہا کہ آپ جیسا آدمی لَایَخْرُجُ وَلَا یُخْرَجُ نہ وہ نکل سکتا ہے نہ اُسے نکالا جاسکتا ہے یہ کیسی بات ہے اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْکَلَّ وَتَقْرِی الضَّیْفَ وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ یہ اُن کے یہاں کی بڑی بڑی علامتیں تھیں بہترین آدمی کی کہ مہمان نوازی کرے آفاتِ سماویہ میں مصیبت زدہ لوگوں کی اِمداد کرے اور صلہ رُحمی کرے تو اِن اَوصاف والے آدمی کو نہیں نکالا جاسکتا چلیں میرے ساتھ وہ لے آئے واپس۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اُن کفارِ مکہ نے یہ شرط لگائی کہ یہ باہر کُھلی جگہ نہ عبادت کریں بس گھر میں اپنے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تلاوت و عبادت اور کفار کی بوکھلاہٹ :

پھر غالبًا ایسا لگتا ہے جیسے یہ مارچ کا مہینہ آگیا ہو تو اِس میں وہاں گرمی ہونے لگتی ہے تو ابوبکرؓ نے باہر جگہ بنالی اپنی فِناءِ دار میں جو گھر کا گھیر ہوتا ہے وہاں تو وہاں نماز پڑھتے تھے تو وہ عورتیں اور بچے یہ سب یہ ٹوٹ کے جمع ہوتے تھے اُنہوں نے بلایا اُس (ابنِ دغنہ) کو کہ تم سے جو وعدہ تھا جو عہد تھا تو یہ خلاف ہو رہا ہے اُس کے

اَمان کا اِختتام :

تو وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا اور اُس نے کہا کہ پھر میں دست بردار ہوا چاہتا ہوں اُنہوں نے کہا ٹھیک ہے اَرُدُّ اِلَیْکَ جَوَارَکَ وَاَرْضٰی بِجَوَارِ اللّٰہِ [1] یہ تمہاری جو پناہ ہے یہ میں واپس دیتا ہوں بس اللہ کی پناہ پر راضی ہوں وہ کافی ہے پناہ دینے والا۔ اُس کے بعد جنابِ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے بھی اِجازت ہوگئی ہے ہجرت کی یہاں سے، پھر ہجرت فرمائی ہے رسول اللہ ﷺ نے چند ماہ بعد وہ ایسا بنتا ہے جیسے جولائی کا مہینہ ہو کھجوروں کے پکنے اور عبداللہ ابنِ سلام رضی اللہ عنہ کی جو روایت ہے اُس سے اَندازہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ایسا موسم ہوگا۔

---

[1] بخاری شریف ص ۳۰۷

تو رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا کہ یہ پوٹا اور معدہ اِس سے تشبیہ دی ہے اَنصار کو۔ فرمایا میں اپنے گھر میں ٹھیک ہے پناہ لیتا ہوں لیکن یہ میرا پوٹا اور معدہ جو ہے جیسے جانور کا ہوتا ہے یہ اَنصار ہیں۔ ہدایت فرمائی فَاعْفُوْا عَنْ مُّسِیْئِھِمْ اگر اِن میں سے کسی سے غلطی ہو جائے تو اِنہیں معاف کر دو اِن پر گرفت نہ کرو وَاقْبَلُوْا عَنْ مُّحْسِنِھِمْ [1] جو اِن میں اچھائی کرے اُس کو تم مانو۔ رسول اللہ ﷺ کی اِسی ہدایت پر عمل رہا ہے صحابۂ کرام کا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہی عمل رہا ہے حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کا اِسی طرح عمل رہا ہے اور جب وفات ہو رہی ہے زخمی تھے اُس وقت جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہدایات دی ہیں اُن میں یہ ہدایت شامل ہے جو جنابِ رسول اللہ ﷺ نے یہاں ہدایت دی ہے [2] اُس حدیثِ پاک میں اَنصار کے بارے میں یہ کلمات بھی آتے ہیں کہ قَضَوُا الَّذِیْ عَلَیْھِمْ وَبَقِیَ الَّذِیْ لَھُمْ [3] کہ اللہ کی طرف سے دین کے اعتبار سے جو اَحکام اور اطاعت اُن کے ذمّہ واجب ہوتی تھی وہ اِنہوں نے پوری کر دی اور جو اِن کا حق تھا وہ باقی ہے (یعنی آخرت میں اِس کا اچھا بدلہ)۔

پیشن گوئی کہ اَنصار کم ہو جائیں گے :

اور یہ بھی بتا دیا کہ لوگ بڑھ جائیں گے اور اَنصار کم ہو جائیں گے [4] یعنی عددی کمی بھی آجائے گی جیسے کہ پیدائش آگے کو کم ہو جائے اور کسی کے یہاں پیدائش زیادہ ہو جائے اِس طرح سے ہوگا اَنصار کے بارے میں یہ اِرشاد ہے موجود، اور اِسی طرح ہوا بھی ہے لیکن جتنے بھی ہیں جب تک وہ رہیں اُن کی تعظیم کرو اور ہدایت ہے کہ اگر کسی سے کوئی غلطی ہو اُسے نظر اَنداز کر دو۔

''غلطی'' سے مراد :

غلطی سے مراد وہ غلطیاں ہیں جو عام ہیں، معاذ اللہ حدود والی نہیں جن میں حدود لازم ہوتی ہے اُن میں تو کسی کی کبھی کوئی رعایت نہیں اور حد کا معاملہ تو ایسے ہے کہ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مقرر کر دیا ہے کہ جب ایسی چیز کے گواہ مل جائیں تو پھر سب بے بس ہیں وہ جو قاضی ہے وہ بھی بے بس ہے وہ اللہ کا حکم سنائے گا بس اِس سے زیادہ وہ کچھ نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس جو سب سے پہلا کیس آیا ہے چوری ہے کا تو آپ نے حکم فرمایا کہ اِس

---

[1] مشکٰوۃ شریف ص ۵۷۹ [2] بخاری شریف ص ۵۲۴ [3] بخاری شریف ص ۵۳۶ [4] بخاری شریف ص ۵۳۶

کا ہاتھ کاٹ دیں مگر طبیعت پر اِتنا اثر ہوا کہ وہ صحابی کہتے ہیں کہ ایسے لگتا تھا جیسے کہ چہرۂ مبارک بالکل سفید ہو گیا ہو جیسے پاؤڈر مل دیا ہو کَاَنَّمَا ...... فِیْ وَجْھِہٖ جیسے کہ رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر راکھ ڈال دی گئی ہو تو وہ ایسا سفید اور بہت زیادہ متغیر ہو گیا ، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ ہم اُس کو بلا لیں معاف کر دیں تو آپ نے فرمایا کہ یہاں لانے سے پہلے کیوں نہیں کیا ایسے تم نے ، یہاں پیش ہی نہ کرتے کیس ، آپس میں وہیں چھوڑ دیتے دعوٰی ہی نہ کرتے جب دعوٰی ہو جائے اور گواہ مل جائیں تو قاضی بے بس ہے۔

تو اُن حدود کے بارے میں تو نہیں ہے باقی اُن حدود کے سواء جتنی بھی چیزیں ہیں اُن میں اَنصار سے اگر کوئی غلطی ہو تو پھر اُن کے ساتھ بدگمانی نہ کرنا اور اُن کو معاف کرنا تجاوز کرنا اور جو اچھائی کریں تو اُس پر یہ نہ سمجھنا یہ نہ کہنا کہ اِنہوں نے کسی کے دکھاوے کے لیے کی ہے ایسی بات کر کے دل آزاری مت کرنا جو اچھائی کر رہے ہیں تو اُس کو تم تسلیم کرنا کہ یہ ٹھیک ہے اور اچھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اُن کی محبت پر قائم رکھے اور آخرت میں اُن کا ساتھ نصیب فرمائے ، آمین۔ اِختتامی دُعا............

درسِ حدیث

حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب (مہتمم جامعہ مدنیہ جدید) ہر انگریزی مہینے کے دُوسرے ہفتہ کو بعد از نمازِ عصر 4:30 بمقام X-35 فیز III ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی لاہور میں مستورات کو حدیث شریف کا درس دیتے ہیں۔ خواتین کو شرکت کی عام دعوت ہے۔

رابطہ نمبر : 0333 - 4300199 - 042 - 7726702

نوٹ : سفر کے درپیش ہونے کی بناء پر درس نہیں ہو سکے گا لہٰذا کسی بھی غیر متوقع زحمت سے بچنے کے لیے مقررہ تاریخ سے ایک دن پہلے خواتین فون پر رابطہ کر کے درس حدیث کے انعقاد کی ضرور تصدیق کر لیا کریں۔ شکریہ

ملفوظات شیخ الاسلام

حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

﴿ مرتب : حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکوی رحمہ اللہ ﴾

☆ قرآن کو محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اُس کی کتاب کی حفاظت کے لیے یاد کرنا اور پڑھنا ہو دُنیا حاصل کرنے کے لیے نہ ہو۔ اِس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے تعلق بڑھایا جائے، نفس کی خرابیوں اور کثافتوں کو دُور کیا جائے، اِس کو آلہ حکامِ دُنیا (دُنیا کا ایندھن) نہ بنایا جائے جیسا کہ بہت سے بے وقوف حفاظ آج عمل کر رہے ہیں۔

☆ وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے اَزل سے چن کر اپنے کلامِ قدیم کا محافظ بنایا اور اپنے خاص مصطفٰی بندوں میں اُس کو جگہ دی، حیف بلکہ صد حیف ہوگا اگر اُس نے اہلِ دُنیا اور اہلِ ثروت کو اپنے سے بالاتر سمجھ کر اُن کی ثروت اور دُنیا کی خواہش اور طمع کی اور اُس میں اپنی عزت اور وقعت سمجھی۔

☆ میرے محترم! میں طلبِ رزق میں کوشش کرنے کو منع نہیں کرتا، میں دُنیا اور اُس کی عزت کو اپنے قلب اور دماغ میں جگہ دینے اور اُس میں قلب اور دماغ کو پریشان رکھنے اپنی حاصل کردہ عظیم الشان نعمت (حفظِ قرآن) کو حقیر بلکہ لایعنی سمجھنے اور اہلِ ثروت کی نعمتوں کو عزیز ترین سمجھنے اور اُس کے لیے سرگرداں ہونے کو منع کرتا ہوں۔

☆ ذرا غور کیجئے اور اپنی معیشتِ موجودہ اور جناب رسول اللہ ﷺ کی معیشت کا مقابلہ (موازنہ) کیجیے۔ آپ کے کھانے کو آپ کے پینے کو آپ کے مکان کو آپ کے ساز و سامان کو مجھ کو یقین کامل ہے کہ آپ اپنے آپ کو اِن دُنیاوی ضروریات میں جنابِ رسول اللہ ﷺ سے بدرجہا آرام میں پائیں گے۔ آپ ﷺ کو تمام عمر بالخصوص زمانۂ رسالت میں جَو کی روٹی بھی ایک وقت پیٹ بھر کر نہیں ملی۔

☆ اِسلام لوگوں کو کفر سے نکالنے کے لیے آیا ہے، لوگوں کو کافر بنانے کے لیے نہیں آیا۔ لوگوں نے اِس میں بہت زیادہ بے احتیاطی سے کام لے رکھا ہے۔

☆ جبکہ کفر کی حکومت اور اِلحاد و زندقہ کا چاروں طرف غلبہ ہے اور بد دینی اور شرکیہ قوتیں لوگوں کو مرتد بنا رہی ہیں کوئی سرزنش اور سزا دینے کی قوت مسلمانوں کے پاس نہیں ہے، لوگ خود مختار ہو رہے ہیں کوئی خوف اور دھڑک اِنہیں نہیں ہے جو چاہیں بک دیتے ہیں اور جو چاہیں کر بیٹھتے ہیں ایسے وقتوں میں مسلمانوں کو سنبھالنا اَز بس ضروری ہے، اِن پر تشدد کرنے میں خوف ہے کہ وہ ضد اور ہٹ میں آکر کہیں اور زیادہ نہ بگڑ جائیں۔

☆ پیشاب پاخانہ اور کھانے پینے کے وقت میں سر کھلا رہنا دُرست تو ہے مگر پیشاب پاخانہ ننگے سر مکروہ ہے۔

☆ جنابِ رسول اللہ ﷺ کا اِرشاد ہے کہ اُونٹ اپنی رسیوں سے جس میں وہ بزنجیر ہے اِس قدر چھوٹنے اور بھاگنے کے لیے کوشاں نہیں رہتا جس قدر کہ قرآن لوگوں کے سینوں میں سے چھوٹنے کے لیے کوشاں ہوتا ہے۔ اِس کو کثرتِ تلاوت اور شدتِ تحفظ سے روکو۔

☆ لوگوں کی تبلیغ اور نصائح بالا آیاتُ القرآنیہ اور بالا احادیث النبویہ علی صاحبہا الف الف سلام و تحیۃ میں مشغول رہنا بہت بڑی کامیابی ہے۔

☆ اخلاص اور سچی ہمدردی کو ہاتھ سے جانے نہ دیجئے، مجادلات اور فضول بکواس سے حتی الوسیع اِجتناب فرمائیے، اِس زمانے میں مناظرہ حقیقی نہیں ہوتا، نفس پرستی اور خود نمائی مقصود ہوتی ہے۔

☆ کسی عام مسلمان کو بھی حقارت سے نہ دیکھئے اگر کوئی عمل اُس کا غلط ہو اُس پر گرفت کیجئے مگر اُس کی حقارت قلب میں ہرگز نہ لائیے۔

☆ عمرِ عزیز کا ہر لحہ نہایت بیش قیمت جوہر ہے۔ آج ہم اِس کی قیمت سے واقف نہیں ہیں۔ مرنے کے بعد روزِ محشر میں واقف ہوں گے مگر اُس وقت اَفسوس کے سوا کچھ نہ ہو سکے گا۔

☆ رسول اللہ ﷺ کا اِرشاد ہے مَنْ مَّاتَ وَلَمْ یَغْزُوْ وَلَمْ یَحْدِثْ بِہٖ نَفْسَہٗ مَاتَ عَلٰی شُعْبَۃٍ مِّنَ النِّفَاقِ (مسلم) یعنی جس شخص نے زندگی بھر جہاد نہ کیا اور نہ اُس کا جذبہ اِس کے دل میں پیدا ہوا اور اِسی حالت میں مر گیا وہ ایک قسم کے نفاق کی حالت میں مرا۔

☆ اِنسان کے اعمال میں نقائص کا ہونا فطری اَمر ہے مگر اِنسان کا فریضہ ہے کہ نقصانات کے ازالہ

میں کوشاں رہے اور اِیَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اخلاص سے کہتا رہے۔

☆ تصورِ شیخ قبائح سے خالی نہیں اِس لیے اِس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

☆ اپنی حرکات وسکنات میں احیاءِ سُنن نبویہ (علی صاحبها السلام و التحية) اور اطفاء ظلماتِ بدعیہ کا زیادہ تر خیال رکھیں۔

☆ کسی حال میں اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اور اِستغنا سے غافل نہ رہنا چاہیے، نہ اپنے اعمال پر بھروسہ کرنا چاہیے بلکہ بھروسہ صرف اللہ کی ذات پر ہونا چاہیے۔

☆ مسلمانوں کی دینی اور اخلاقی اصلاح میں نہایت خوش اخلاقی' شیریں زبانی اور عالی حوصلگی کا ثبوت پیش کیجئے اور جس قدر جدوجہد اِس میں ممکن ہواُس میں کوتاہی رَوا نہ رکھیئے۔

☆ بے نمازیوں کو نماز کی ترغیب دیں اُن کو جماعت اور نماز کا پابند بنائیں، نہ جاننے والوں کو نماز سکھائیں۔

☆ خوش وخرم رہتے ہوئے اور تکلیفاتِ مادیہ کو مردانہ وار سہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے شکر گزار اور ذاکر بنے رہیے۔

☆ حساب کا صاف رہنا اور پیسہ پیسہ کا حساب لینا اَزبس ضروری ہے یہی محبت اور یگانگت ہے، معاملات کو بالکل صاف رہنا چاہیے۔

☆ دل کو محبوبِ حقیقی سے لگایئے اور دُنیا کی ہر نعمت کو عارضی سمجھتے ہوئے جو کہ واقعی ہالک اور زائل ہی ہے، كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ سے اطمینانِ قلب حاصل کیجئے۔

☆ خواہ اپنے اعضا ہوں یا اپنی اولاد یا رشتہ دار یا ماں باپ وغیرہ سب کے سب فانی اور جدا ہونے والے ہیں، صرف ایک ذات ربُّ الارباب کی باقی رہنے والی وفا کرنے والی حقیقی معنوں میں نفع دینے والی ہے، اُسی سے اور صرف اُسی سے دل لگایئے۔

جو چمن سے گزرے تو اے صبا تو یہ کہنا بلبلِ زار سے
کہ خزاں کے دن بھی ہیں سامنے نہ لگانا دل کو بہار سے

سلسلہ نمبر ۳۰ قسط : ۷

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حکیم فیض عالم صدیقی کی بے راہ رَوی

حضرتِ اقدسؒ اور حکیم فیض عالم صدیقی [1] کے درمیان خط و کتابت

حضرتِ اقدسؒ کا خط

حکیم صاحب کے ۵ ر نومبر کے خط کا جواب یہ اِرسال کیا گیا اُن کے خط کے جملوں کے حوالوں سے جواب لکھا گیا تھا۔

آپ نے پھر دریافت کیا ہے کہ ''اِن الفاظ کا روایات کے سلسلہ میں کیا مقام ہے ؟''

---

[1] حکیم فیض عالم صاحب صدیقی غیر مقلدین کے بےنظیر و مایۂ ناز محقق ہیں۔ اِس زمانہ کے نواصب (اہل بیتؓ کے مخالفین) میں اِن کو خاص مقام حاصل ہے۔ اِنہوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور تقریباً ہر کتاب میں اسلاف کو ہدفِ تنقید بنایا ہے حتّٰی کی اِن کی دَست برد سے صحابہ کرام ؓ بھی نہیں بچ سکے، اہلِ بیت عظامؓ سے اِن کو خصوصی پرخاش تھی، چنانچہ اِنہوں نے اُن پر جی کھول کر سب وشتم، دشنام دہی اور دریدہ دہنی کی ہے۔ موصوف کو جہلم میں خود اپنی مسجد کے اندر ۱۹۸۳ء میں قتل کر دیا گیا تھا۔ موصوف نے اپنی کتاب ''اختلاف کا اَلمیہ'' حصہ اوّل کی طبع دوم میں حضرتِ اقدس مولانا سیّد حامد میاںؒ کے ساتھ اپنی اِسی زیرِ نظر مکاتبت کا حوالہ دیا ہے۔ (ادارہ)

☆ عرض ہے کہ پہلے ہی جواب لکھ چکا ہوں۔ جب آپ نے خط میں یہ عبارت لکھی تھی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے میرا اعتبار نہیں کیا اِس لیے وہ حوالے دیکھے ہی نہیں اور اب اِس خط میں پھر وہی عبارت لکھ ڈالی ہے جو پہلے ایک خط میں تھی جیسے درمیان میں کچھ ہوا ہی نہ ہو اور میں نے کوئی جواب ہی نہ دیا ہو۔ یہ طرز آپ نے کس مقصد سے اختیار کیا ہے یہ خدا ہی جانتا ہے۔

آپ نے لکھا ہے کہ '' ابن الجوزی کہتے ہیں الخ ''

☆ ابن الجوزی کا حال علامہ عبدالرحمٰن صاحب مبارک پوری کی زبانی سُنیے وہ لکھتے ہیں کہ ''انہوں نے روایات کو موضوع قرار دینے میں بڑی سہولت پسندی سے کام لیا ہے حتّٰی کہ اُنہوں نے صحیح حدیثوں کو موضوع کہہ دیا۔ چہ جائیکہ حسن اور چہ جائیکہ ضعیف۔ لیکن حافظ سیوطی نے اِن کا اس طرح پیچھا لیا (تعقُّب کیا) کہ وہ بالکل کافی ہے''۔

اِس لیے میں آپ کی اِس عبارت کے آخر میں سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی باتوں کا اُردو ترجمہ کردُوں گا تاکہ آپ کی سمجھ میں آجائے۔ اِس کے بعد علامہ مبارک پوری نے ابن جوزی کی کتاب الموضوعات الکبرٰی کا تعارف کرایا ہے۔ اِس میں اُنہوں نے لکھا ہے کہ ''اُنہوں نے مسند احمدؒ کی روایات میں بعض روایتوں کو حتّٰی کہ صحیح مسلم کی ایک صحیح روایت کو بھی موضوع لکھ دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں ''حَتّٰی قَالَ شَیْخُ الْاِسْلَامِ ھٰذِہٖ غَفْلَةٌ شَدِیْدَةٌ مِنْ اِبْنِ الْجَوْزِیْ حَیْثُ حَکَمَ عَلٰی ھٰذَا الْحَدِیْثِ بِالْوَضْعِ یعنی یہ تو نہایت ہی شدید غفلت کی بات ہے کہ اُنہوں نے اِس حدیث پر موضوع ہونے کا حکم لگا دیا (مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۱۴۲)۔''

دراصل وہ اپنے اُستاذ ابنِ تیمیہ ؒ کی بہت سی اُن باتوں کی جو اُنہوں نے شدت میں فرمائی تھیں تائید کیا کرتے ہیں اِس لیے اُن کی ایسی کسی بات کا اُس وقت تک اعتبار نہیں ہوگا جب تک دُوسرے ایسے محدثین جو معتدل مزاج تھے اِن کی تائید نہ کریں۔ آپ اگر اصولِ حدیث کی کتابوں کا مطالعہ کریں تو یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوجائے گی۔

اِس خط میں آپ نے پھر یہ الفاظ بدل کر وہی بات لکھی ہے کہ ''علم کا دروازہ صرف ایک علی ہوا۔''

☆ حالانکہ ہم پہلے واضح کر آئے ہیں کہ علم کے کتنے دروازے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اُن میں سے ایک دروازہ یقینا تھے۔ اگر آپ نے میرا خط بلا کسی کمی کے شائع کیا ہوگا تو ناظرینِ اَوراق کی سمجھ میں

اِس کا مطلب اچھی طرح آ گیا ہوگا اور اِس حدیث سے شیعہ حضرات بھول کر بھی اِستدلال نہ کریں گے۔

آپ کا دعوی ہے کہ راویانِ حدیث میں سیدنا علی کا نمبر بہت بعد میں آتا ہے : حالانکہ بہت بعد میں نہیں آتا بلکہ سیدنا صدیقِ اکبر اور سیدنا فاروقِ اعظم کے ساتھ آپ وزیر کی طرح رہتے تھے۔ اِن مسائل میں سے اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہوا ہے تو وہ قابلِ شمار نہیں اور اِن کے علاوہ مزید روایات ہیں جو حضرت عمرؓ کی روایات سے زیادہ ہیں اور فتاوٰی بھی اُن سے زیادہ ہیں اور تدریب الراوی اور ازالۃ الخفاء کی عبارتوں کا میں نے ترجمہ بھی کر دیا ہے جس سے آپ کا علمی مقام سامنے آ گیا اور سمجھ میں آ گیا ہوگا۔

ابنِ تیمیہ وغیرہم نے جو کچھ لکھا ہے حافظ ابنِ حجر اور جلال الدین سیوطی نے اِن باتوں کو نہیں مانا اور بہت سی سندوں سے یہ روایت پیش کر کے اِسے حسن (ایک طرح کی صحیح) روایت قرار دیا ہے۔

اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دینا غلط ہے جس رسالہ میں بھی آپ نے دیکھا ہو اعتبار نہ کریں کیونکہ ملا علی قاریؒ نے یہ سارے اعتراضات نقل کرنے کے بعد اِن کا اعتبار نہیں کیا بلکہ کہا ہے **قَالَ الْحَافِظُ اَبُوْسَعِیْدِ الْعَلَائِیْ** الخ حافظ ابوسعید علائی نے کہا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے طرق کے اعتبار سے حسن ہے، نہ اتنی قوی ہے کہ صحت کے درجہ میں داخل کر لی جائے اور نہ اتنی کمزور ہے کہ اِسے ضعیف کہا جا سکے، چہ جائیکہ موضوع (یعنی من گھڑت اور باطل ہو) **ذَکَرَہُ الزَّرْکَشِیُّ** ۔ پھر ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ اِس کے بارے میں حافظ ابنِ حجر عسقلانی سے پوچھا گیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے نہ تو صحیح کے درجہ کی ہے جیسے حاکم نے کہا اور نہ موضوع ہے جیسے کہ ابنِ جوزی نے کہا۔ (مرقاۃ ج ۵ ص ۵۷۱)

یہاں یہ بات یاد دہانی کے لیے پھر دُہرائے دیتا ہوں کہ حدیث کی سند کے بارے میں اُردو والا محاورہ نہیں چلتا کہ یا تو یہ بات صحیح ہوگی ورنہ غلط۔ بلکہ حدیث میں صحیح اور غلط کے درمیان بھی درجے ہیں۔ ''صحیح'' سے نیچے دُوسرے درجہ پر ''حسن'' ہوتی ہے جسے احکام میں صحیح ہی کا درجہ دیا جاتا ہے اور تیسرے نمبر پر ''ضعیف'' ہوتی ہے اِس پر بھی عمل کیا جاتا ہے۔ اور عالم حدیثِ ضعیف کی موجودگی میں اپنے قیاس سے کام نہیں لیتا۔ اِس سے بھی نیچے گر کر جو درجہ ہے وہ ''باطل'' اور ''موضوع'' کا ہے جسے حدیث ہی نہ کہنا چاہیے کیونکہ موضوع کا مطلب ہے من گھڑت۔ یہ حدیث حسن کا درجہ رکھتی ہے۔

ملا علی قاریؒ نے اِسی مقام پر جلال الدین السیوطیؒ کا قول بھی ذکر کیا ہے کہ میں نے علائی اور عسقلانی

کا کلام تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب میں لکھ دیا ہے جو موضوعات پر تعقبات کے بارے میں لکھی ہے۔

ملا علی قاریؒ نے اِسی صفحہ پر امام احمد رحمہ اللہ کی یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسا مشکل مسئلہ پیش آنے سے پناہ مانگتے تھے جسے حضرت علی نہ حل کر سکتے ہوں۔ اُنہوں نے امام احمدؒ کے حوالے سے یہ روایت بھی دی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو اُنہوں نے جواب میں فرمایا کہ وہ ایسے تھے کہ اُن کا باطن علم و حکمت سے بھرا ہوا تھا (اور وہ مجسم) بہادری اور ہیبت تھے۔ اِس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی قریبی رشتہ داری کا شرف بھی حاصل تھا۔ مسند احمد ہی کے حوالہ سے یہ روایت بھی دی ہے جس کا آخری حصہ یہ ہے کہ آقائے نامدار ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کیا تم اِس سے خوش نہیں کہ تمہارا شوہر اِسلام لانے میں سب سے پہلا ہو (یعنی کم عمر لوگوں میں سے) اور اُن میں سب سے زیادہ علم والا ہو اور سب سے زیادہ حلم والا ہو (مرقات ص ۵۷۱) یہ سب کچھ انہوں نے اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ کی حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے۔ اِس لیے اگر کوئی ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا نام اِس حدیث کو باطل ثابت کرنے کے لیے استعمال کرتا ہے تو وہ غلطی پر ہے اس کے علاوہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک کتاب "الموضوعات الکبریٰ" کے نام سے لکھی ہے۔ اِس کا نام اُنہوں نے تمیز کے لیے " الاسرار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة" رکھا ہے۔ اس میں بھی حدیث اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ لکھ کر ترمذی کا پھر بقول آپ کے "سخاوی" کا پھر ابو حاتم اور یحیٰی بن سعید کا پھر ابن الجوزی پھر ذہبی پھر ابن دقیق العید کا اور دارِ قطنی سب ہی کے اَقوال نقل کرنے کے بعد اِس حدیثِ پاک کے بارے میں فیصلہ کے طور پر حافظ ابن حجر اور حافظ ابو سعید العلائی کے وہ اَقوال ذکر کیے ہیں جو میں نے بحوالہ مرقات شرح مشکوٰۃ ابھی ابھی لکھے ہیں (الموضوعات الکبریٰ ص ۱۱۸ و ۱۱۹)۔ گویا اُنہوں نے بھی حدیث کو حسن ہی تسلیم کیا ہے۔ (حافظ ابوسعید دمشق کے رہنے والے تھے۔ پھر بیت المقدس میں فرائضِ تعلیم انجام دیتے رہے۔ ۷۶۱ھ میں وفات ہوئی۔ ۶۷ سال عمر ہوئی)۔

تنبیہ : آپ نے پہلے خط میں اور اِس خط میں ابوذرعہ ذال سے لکھا ہے۔ یہ اِس بات کی علامت ہے کہ مضمون کسی کتابچہ سے ہی آپ نقل کر کے علامہ بننا چاہتے ہیں۔ جبکہ اصل کتابوں میں ہر جگہ صحیح نام ابوزرعہ زاء سے لکھا گیا ہے اور یہی صحیح ہے۔ اور یہ نام بھی نادر نہیں بلکہ معروف ہے۔ اِس میں ایسی غلطی بڑی

فاش غلطی ہے۔

آپ نے لکھا ہے کہ ''علامہ سخاوی لکھتے ہیں الخ ''

☆ مگر حافظ ابنِ حجر اور جلال الدین سیوطی نے اِن باتوں کو نہیں مانا اور بہت سی سندوں سے یہ روایت پیش کر کے اسے ''حسن'' (یعنی ایک طرح کی صحیح روایت) قرار دیا ہے۔

آپ نے لکھا ہے ''جلال الدین سیوطی کہتے ہیں الخ ''

☆ اِن کا نام لینا بھی بے سود ہے کیونکہ اِنہوں نے موضوعاتِ کبرٰی میں جس کے بارے میں اِنہوں نے فرمایا ہے کہ یہ میں نے موضوعاتِ صغرٰی کے بعد لکھی ہے اُس حدیث کی سندوں پر بحث کی ہے جو مختصرًا سہل اَنداز میں پیش کر رہا ہوں کیونکہ یہ علمی اور اِصطلاحی بحث ہے جو عام علماء کی سمجھ میں بھی آنی مشکل ہوا کرتی ہے۔ اِس لیے بقدرِ ضرورت اِس کا ترجمہ اور مفہوم لکھ رہا ہوں اور اہلِ علم خود ہی اِس کتاب کو دیکھ لیں گے۔ انہوں نے پہلے ابونعیم کی روایت مع سند دی ہے۔ پھر ابنِ مردویہ کی تین روایتیں مع سند دی ہیں۔

ایک میں دَارُالْحِکْمَةِ دُوسری میں مَدِیْنَةُ الْفِقْهِ اور تیسری میں مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ کے کلمات ہیں۔ اِس کے بعد طبرانی کی روایت مع السند۔ پھر خطیب کی روایت مع سند پھر عقیل کی روایت مع سند پھر ابنِ عدی کی روایت مع سند پھر خطیب کی مع سند پھر ابنِ عدی کی دو روایتیں مع سند پھر ابنِ حبان کی ایک روایت مع سند پھر ابنِ عدی کی روایت مع سند۔ یہ تیرہ روایتیں مع سند نقل کرنے کے بعد دار قطنیؒ کی جرح جو انہوں نے اِن حدیثوں کے راویوں پر کی ہے نو سطروں میں نقل کی ہے۔ پھر اُس کا جواب دینا شروع کیا ہے کہ حضرت علیؓ کی حدیث ترمذی نے دی ہے اور حضرت ابنِ عباس کی روایت حاکم نے دی ہے اور حاکم نے راویوں پر بحث کر کے اِسے صحیح ثابت کیا ہے۔ پھر تاریخ الخطیب کے حوالہ سے یحیٰی ابنِ معین کا قول نقل کیا ہے۔

اور یہ کہ ابو الصلت عبد السلام الهروی کے بارے میں یحیٰی بن معینؒ کی رائے ان سے ملاقات کے بعد بدل گئی تھی کہ وہ ثقہ ہیں۔ اِن سے کہا گیا کہ اُنہوں نے ابومعاویہ سے اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ کی روایت نقل کی ہے۔ اُنہوں نے جواب میں اِرشاد فرمایا کہ یہ روایت اِن کے علاوہ محمد بن جعفر فیدی نے بھی کی ہے اور وہ ثقہ ہیں۔ اِسی میں (یحیٰی بن معین کی ملاقات کا واقعہ نقل کیا ہے) کہ یحیٰی بن معین اِن کے پاس گئے۔ ساتھ میں صالح بن محمد بن حبیب الحافظ بھی تھے۔ جب وہاں سے باہر آئے تو میں (صالح) نے دریافت

کیا کہ اِن کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ اُنہوں نے فرمایا "هُوَ صَدُوْقٌ" سچے ہیں۔ میں نے کہا وہ اَنَا مَدِيْنَةُ والی روایت نقل کرتے ہیں۔ یحیٰی بن معین نے جواب دیا کہ یہی فیدی بھی روایت کرتے ہیں جیسے ابو الصلت کرتے ہیں۔

خطیب نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یحیٰی بن معین نے عبدالخالق بن منصور کو جو یہ جواب دیا تھا کہ ابو الصلت کو میں نہیں جانتا اور حدیث اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ تو لَيْسَ بِشَيْءٍ کچھ بھی نہیں ہے وہ پہلے کی بات ہے۔ اور ابراہیم بن عبداللہ بن الجنید کو جو اُنہوں نے جواب دیا تھا وہ تعارف کے بعد دیا ہے۔

خطیب نے کہا کہ اعمش رحمہ اللہ والی روایت کے بارے میں یہ ہے کہ ابو الصلت دو حضرات سے روایت نقل کرتے ہیں: (۱) ابو معاویہ (۲) اعمش۔ تو احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اعمش سے اِن کی اِس روایت کا انکار کیا ہے (اور ابو معاویہ سے روایت کا انکار نہیں فرمایا) اور یحیٰی ابن معین نے ابو معاویہ والی روایت کا انکار کیا تھا۔ پھر اِس کی تلاش کی تو یہ معلوم ہوا کہ ابو الصلت کے علاوہ بھی ابو معاویہ سے روایت لینے والے اور لوگ ثابت ہیں (اِس کے بعد ابو الصلت سے ملاقات بھی فرمائی جو اُوپر گزری)۔

قاسم بن عبدالرحمٰن الانباری نے کہا میں نے یحیٰی سے اس روایت کے بارے میں دریافت کیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ "صحیح" ہے۔ خطیب نے کہا کہ معاویہ سے یہ صحیح ہے باطل نہیں ہے کیونکہ اِن سے دُوسرے بھی نقل کرتے ہیں۔ پھر اِسی قسم کا سوال احمد بن محمد بن القاسم بن محرز نے بھی یحیٰی سے کیا تو اُنہوں نے جوابِ مذکور کی طرح کا جواب دیا۔

عباس الدوری کی بھی اِسی قسم کی گفتگو یحیٰی بن معین سے ہوئی۔ اور ابوعلی صالح بن محمد نے بھی یحیٰی بن معین کا ایسا ہی قول نقل کیا ہے۔ اُنہوں نے یحیٰی سے یہ بھی پوچھا کہ دُوسرے راوی فیدی کا کیا نام ہے۔ یحیٰی نے جواب دیا محمد بن جعفر۔

اِس کے بعد سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ صلاح الدین العلائی کا اِس حدیث پر محاکمہ نقل کیا ہے۔ اُس کا ترجمہ بھی پیش کرتا ہوں کہ "اس حدیث کو ابنِ جوزی نے موضوعات میں متعدد طرق سے ذکر کیا ہے اور سب کے باطل ہونے کا دعوٰی کیا ہے۔ اور اِسی طرح اِن کے بعد ایک جماعت نے بھی جن میں ذہبی ہیں۔ اُنہوں نے میزان الاعتدال میں اور اِن کے سواء اَوروں نے بھی۔ اور جس روایت کی شہرت ہے اُس کی سند

یہ ہے کہ اَبُوالصَّلْتِ عَبْدُ السَّلَامِ بْنِ صَالِحِ الْھِرَوِیُّ عَنْ اَبِیْ مُعَاوِیَۃَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُّجَاھِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَّرْفُوْعًا. اور اِن عبدالسلام کے بارے میں کافی گفتگو کی گئی ہے۔نسائی نے کہا لَیْسَ بِثِقَۃٍ. دارِقطنی اور ابن عدی نے کہا مُتَّھَمٌ . دارِقطنی نے یہ لفظ بھی بڑھایا ہے کہ رَافِضِیٌّ. اور ابوحاتم نے کہا کہ میرے نزدیک وہ صدوق نہیں ہیں۔اور ابوزرعہ نے اِن کی حدیث کی تصویب کی ہے۔

(لیکن) اس سب کے باوجود حاکم نے کہا کہ حَدَّثَنَا الْاَصَمُّ حَدَّثَنَا عَبَّاسِیٌّ یَعْنِی الدَّوْرِی قَالَ کہ دَوری نے کہا کہ میں نے ابو الصلت کے بارے میں یحیٰی بن معین سے دریافت کیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ ثقہ ہیں۔ میں نے کہا کہ اُنہوں نے ابومعاویہ سے حدیث اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ بیان کی ہے تو اُنہوں نے جواب دیا کہ محمد بن جعفر الفیدی نے بھی بیان کی ہے اور وہ ثقہ ہیں اُنہوں نے (بھی) ابومعاویہ سے روایت کی ہے۔اور صالح جزرہ نے بھی ابن معین سے ایسا ہی سوال وجواب نقل کیا ہے۔ پھر حاکم نے محمد بن یحیٰی بن الضریس سے جو کہ ثقہ اور حافظ ہیں عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ الْفَیْدِیْ عَنْ اَبِیْ مُعَاوِیَۃَ روایت کی ہے۔ اِس کے بعد علائی نے فرمایا کہ اَب ابو الصلت عبد السلام اپنی ذمّہ داری سے سبکدوش ہوگئے۔ اور ابومعاویہ ثقہ ہیں مامون (محفوظ) ہیں۔ وہ اُن بڑے مشائخ اور بڑے حفاظ میں ہیں کہ جن پر سب کو اتفاق ہے۔اور وہ اعمش سے لینے میں متفرد ہیں۔ علائیؒ نے فرمایا کہ اِس میں کیا بات ہے اور کون سی محال چیز پیش آرہی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اِس قسم کی بات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمادیں۔اور جس کسی نے بھی اِس پر اعتراض کیا ہے اور اِسے موضوع (باطل) کہا ہے اُن میں سے کسی نے بھی یحیٰی بن معین سے اِن صحیح روایتوں کا جواب نہیں دیا (ابن معین کی رائے جن کے بارے میں آئی ہے) پھر اِس کے ساتھ ساتھ ایک روایت اِس کی شاہد بھی ہے جو ترمذیؒ نے دی ہے۔اور یہی روایت وسند ابومسلم کجی وغیرہ نے محمد بن عمر بن الرومی سے دی ہے۔اور امام بخاری نے صحیح بخاری کے علاوہ کتابوں میں محمد بن عمر الرومی کی روایت لی ہے۔ ابن حبان نے اِن کی توثیق کی ہے اور ابوداؤد نے اِنہیں ضعیف قرار دیا ہے۔اور ابوزرعہ نے کہا فِیْہِ لِیْنٌ. اِن میں نرمی یعنی ایک قسم کی کمزوری ہے۔

اِس کے بعد حافظ علائی نے ترمذی شریف کی روایت مع سند دی ہے جس میں محمد بن عمر بن الرومی عن شریک آئے ہیں۔ پھر فرمایا ہے کہ حاکم کی سند اور ترمذی کی سند میں شریک کے بجائے ابومعاویہ آئے

ہیں۔ اور اِن سے پہلے راوی محمد بن عمر بن الرومی کے بجائے محمد بن جعفر الفیدی آئے ہیں جس سے محمد بن جعفر کی ذمّہ داری کا بوجھ تقسیم ہوگیا۔ اور شریک بن عبداللہ النخعی القاضی ہیں۔ امام مسلم نے اِن سے روایت لی ہے۔ امام بخاری نے تعلیق لی ہے۔ یحیٰی بن معین نے اِن کی توثیق کی ہے۔ عجلی نے کہا ہے کہ وہ ثقہ اور حسن الحدیث ہیں۔ عیسیٰ بن یونس نے کہا کہ میں نے اِن سے زیادہ علم میں وَرَع اختیار کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ تو ایسی صورت میں (اِن کا تفرد بھی حسن شمار ہوگا۔ چہ جائیکہ اِن کے ساتھ جب حدیث ابی معاویہ والی سند بھی ملالی جائے (یعنی اَب اِس حدیث کی سندیں بھی جدا جدا راویوں سے ڈبل ہوگئیں) اور اِس پر یہ اعتراض کہ بعض راویوں نے صنابحی کا سند میں ذکر نہیں کیا، نہیں آسکتا۔ کیونکہ خود حضرت سوید ابنِ غفلہ ایسے تابعی ہیں جو مُخَضْرَمْ ہیں (یعنی جنہوں نے جاہلیت کا قبل اَز اسلام زمانہ بھی دیکھا ہے) اور اُنہوں نے خلفاء اَربعہ کو پایا ہے اور اِن سے روایات سُنی ہیں۔ اور صنابحی کا ذکر کرنا مزید سند کو متصل ہی کرنا ہے۔ اور ابوالفرج (ابن جوزی) نے اور اِن کے سواء کسی اَور نے بھی شریک کی حدیث میں توڑ کرنے والی کوئی اور بات نہیں ذکر کی۔ سوائے اِس کے کہ اُنہوں نے موضوع قرار دینے کا ایک دعوٰی کیا ہے۔

جلال الدین سیوطی نے اِس کے بعد حافظ ابنِ حجر کا اِس حدیث کے بارے میں فتوٰی اور فیصلہ نقل کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے : ''اُنہوں نے فرمایا کہ اِس حدیث کو حاکم نے مستدرک میں بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ صحیح ہے۔ اور ابوالفرج ابن الجوزی نے اِن سے اختلاف کیا اور اسے موضوعات (باطل) میں ذکر کیا اور کہا کہ یہ جھوٹی من گھڑت ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ دونوں کی بات غلط ہے اور حدیث حسن کی قسم کی ہے، نہ تو صحت کے درجہ کو پہنچتی ہے اور نہ کذب کے درجہ تک گری ہے۔ اور اِس کے بیان کرنے میں طوالت ہے۔ لیکن اِس حدیث کے بارے میں یہ ہی بات (کہ وہ حسن ہے) قابلِ اعتماد ہے۔ انتہٰی ''

جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا کہ میں نے حافظ ابن حجر کی تحریر میں سے جہاں اُنہوں نے اور حدیثوں کا جواب لکھا ہے اِس حدیث کے بارے میں دیکھا۔ اُنہوں نے تحریر فرمایا ہے کہ حاکم نے اِس حدیث کا ایک شاہد پیش کیا ہے وہ حدیث جابر ہے۔ پھر حافظ جلال الدین نے وہ روایت مع سند نقل کی ہے۔ جلال الدینؒ نے فرمایا کہ حافظ ابنِ حجر نے لسان المیزان میں ذہبیؒ کی روایت عَنْ اَبِیْ مُعَاوِیَۃَ والی کے بارے میں فرمایا ہے کہ ذہبی نے اِسے موضوع قرار دیا ہے۔ (لیکن) اِس حدیث کی بہت سی سندیں ہیں جو مستدرک حاکم میں

ہیں جن کا کم سے کم بھی درجہ یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ حدیث کی اصلیت ہے۔ لہٰذا اِس پر موضوع ہونے کا اطلاق نہ کرنا چاہیے اور اِس کی تشریح طوالت طلب ہے۔ انتہٰی ۔''

پھر جلال الدین سیوطیؒ نے اِس کے بعد اِس حدیث کی اور سندیں بھی نقل کی ہیں۔ اور خطیب کی کتاب تلخیص المتشابہ سے پانچ روایتیں دیلمی سے ایک۔ ابن ِعساکر سے دو حدیثیں مع اسناد وغیرہ نقل کی ہیں۔ یہ طویل بحث ص ۳۲۹ سے لے کر ص ۳۳۶ تک ہے۔ دیکھیں **اللآ لی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة ج۱** ۔ میں نے پہلے خط میں بالاختصار اِس کتاب کے حوالہ پر اکتفاء کیا تھا مگر آپ نے کتاب اُٹھا کر نہیں دیکھی اور وہی پہلے خط والی عبارت بے محنت کیے دوبارہ لکھ ڈالی۔ جیسے وہ وحی بلکہ آیت ہے۔ میں نے آپ کو پہلے اپنے ایک خط میں لکھا تھا ''اَب اس حدیث کی تحقیق اگر آپ اپنے ذہنی دائرہ سے آزاد ہوکر کرنی چاہیں تو '' **اللآ لی المصنوعة فی الاحادیث الموضو عة**'' میں اِس کا مطالعہ کریں۔''

اَب میں نے دوبارہ بھی گویا اپنا جواب ہی دہرایا ہے۔ اب آپ نے اُردو میں یہ بحث پڑھ کر سمجھ لیا ہوگا کہ ابن ِمعین کے اَقوالِ صحیحہ کے بارے میں ابن ِجوزی نے کچھ لکھا ہی نہیں۔ اور امام ترمذی نے جو ترمذی میں فرمایا ہے اُسے دُوسری سند سے تقویت ہوگئی ہے۔ اور اَب آپ اِس حدیث کے معنٰی بھی سمجھ گئے ہوں گے۔ نیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ‘ کے علم کے بارے میں جو اشکال تھا وہ رفع ہوگیا ہوگا۔ کیونکہ میں نے اِن ہی حضرات سے سب کچھ لکھا ہے جنہیں آپ جانتے تھے اور جن کے نام آپ نے خود ہی لکھے تھے۔ باقی بحث بے انتہا باقی ہے۔ جو اِس رسالہ میں نہیں آسکتی۔ جو آپ حسب ِوعدہ بلا ردّ وبدل کے اور اَب میرے جواب پر بغیر مزید حاشیہ چڑھائے بلا کم وکاست چھاپیں گے۔ کیونکہ آپ خوب خوب لکھ چکے ہیں اور اگر میں یہ تجویز نہ پیش کرتا تو آپ چھاپ ہی دیتے۔ کہ میں آپ کے آخری دو خطوط کا جواب بھی لکھے دیتا ہوں۔ اپنے خطوط کے ساتھ وہ جواب بھی چھاپیں تاکہ لوگوں کو صحیح معنٰی میں فائدہ ہو۔ اگر آپ کی نظر میں اب بھی کچھ لکھنا ضروری ہو تو رسالہ میں نہ لکھیں بلکہ مجھے لکھیں تاکہ میں اُس کا جواب لکھوں۔ پھر آپ کا خط اور میرا جواب رسالہ کے دُوسرے حصہ میں چھپے۔ اِس رسالہ میں اِتنا ہی چھپے۔ اور اَب آپ کو بالکل کُھلے دل سے اجازت دیتا ہوں کہ روایت پر جو اشکال ہو وہ مجھے لکھ سکتے ہیں۔ میں جواب دیتا رہوں گا۔ اور اِس کا اِتنا مواد موجود ہے جو کبھی ختم نہیں ہوسکتا۔ ورنہ اپنے اکابر کا مسلک اختیار کریں۔ نئے مسلک جو اَب ایجاد ہو رہے ہیں اُنہیں

''تحقیقِ جدید'' نہ سمجھیں بلکہ فتنہ سمجھیں۔ جس کی دراصل در پردہ کسی نہ کسی سابق فتنہ سے اپنی کڑی ملی ہوتی ہے یا مستشرقین کا پیدا کردہ فتنہ ہوتا ہے۔ اُس سے متأثر نہ ہوں بلکہ جواب سوچیں یا اپنی نظر میں کسی بڑے محتاط متقی اور جید عالم سے پوچھ لیں وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۔ نیز بہت سے علماء اُس شخص کے معتقد ہو جاتے ہیں جو مضمون نویسی کا ماہر ہو۔ حالانکہ عمدہ مضمون نویسی اور چیز ہے اور علم و فقاہت و حکمت اور چیزیں ہیں۔ اور ترجیح اُن ہی کو ہے چاہے ملمع سازی دُوسرے شخص میں ہوں۔ اِس لیے میں نے عالم کے ساتھ محتاط متقی اور جید کی قید بڑھائی ہے۔ (جاری ہے)

وفیات

۱۱ر جنوری کو کراچی میں حضرتؒ بانی جامعہ کے پرانے معتقد الحاج شیخ الرئیس صاحب کئی برس صاحبِ فراش رہنے کے بعد وفات پا گئے۔ مرحوم بہت خلیق اور وضع دار انسان تھے، اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب ہو۔

۱۵ر جنوری کو الحاج محترم اشفاق خان صاحب مختصر علالت کے بعد لاہور میں رحلت فرما گئے۔ مرحوم کے جنازہ پر آئی ہوئی چھوٹی ہمشیرہ صدمہ کی تاب نہ لاتے ہوئے اُسی وقت میت کے پاس ہی وفات پا گئیں، اللہ تعالیٰ دونوں مرحومین کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور اِس دوہرے حادثہ پر اہلِ خاندان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب ہو۔

اِسی طرح جامعہ مدنیہ کے سابق ناظم مرحوم شیخ مقبول احمد صاحب کی اہلیہ صاحبہ نیز جامعہ مدنیہ جدید کے طالب علم سعد اللہ کی والدہ اور بھانجی بھی رحلت کر گئیں۔ جامعہ مدنیہ جدید کے خادم غلام فرید پٹواری کی والدہ صاحبہ بھی گزشتہ ماہ رحلت کر گئیں۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے اور سب کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب کرایا گیا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

قسط : ۲،آخری

مدارس میں مجالسِ ذکر کے قیام کی ضرورت واہمیت

﴿ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ ﴾

۴رنومبر کو بعد اَز نمازِ مغرب خانقاہِ حامدیہ کی ہفتہ وار مجلسِ ذکر کے موقع پر ہندوستان سے حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہ العالی مع اپنے رُفقاء کرام جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے، اِس مجلس کی تفصیلات گزشتہ شمارے میں قارئین ملاحظہ فرما چکے ہوں گے۔ اِس شمارے میں قطبِ عالم حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ العزیز کا تالیف فرمودہ رِسالہ بعنوان ''مدارس میں مجالسِ ذکر کے قیام کی ضرورت واہمیت'' کو حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہم کے تاکیدی اِیماء پر شائع کیا جارہا ہے اور اُن کا یہ بھی اِصرار ہوا کہ اِس کے شروع میں احقر بھی کچھ سطریں ضرور تحریر کردے اگرچہ اِس رسالے میں تین اَکابر قدس اللہ اَسرارہم کی باہمی مکاتبت کے ہوتے ہوئے اِن سطروں کی کچھ حیثیت نہیں ہے۔ تاہم حضرت مولانا کے حکم کی تعمیل میں عرض ہے کہ خانقاہی نظام اور مدارس کا نظام ہمیشہ سے باہم مربوط رہا ہے۔ کچھ عرصہ سے باہمی نظام کے اِنقطاع نے اَکابر ؒ کو فکرمند کر رکھا تھا۔ والدِ گرامی حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب ؒ بھی اِس خلاء کو محسوس فرماتے ہوئے اِس کو پُر کرنے کے لیے کوشاں رہتے تھے، یہی وجہ ہے کہ ۱۹۷۹ء ۱۹۸۰ء میں جب حضرت ؒ نے رائیونڈ روڈ پر جامعہ مدنیہ جدید کے لیے جگہ خرید فرمائی تو اُس کے قریب ہی خانقاہِ حامدیہ کے لیے وسیع وعریض رقبہ لے کر وقف فرمایا مگر زندگی نے وفا نہ کی قدرت کو کچھ اَور ہی منظور تھا۔ حضرت ؒ آناً فاناً ۱۹۸۸ء میں رحلت فرما گئے مگر اُن کی مقبولِ بارگاہ دُعاؤں کے طفیل اور اَکابر ؒ کی حسبِ خواہش مدرسہ اور خانقاہ بحمد اللہ آباد اور رُو بہ ترقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ شرفِ قبولیت سے سرفراز فرمائے اور زیرِ نظر اکابر ؒ کے خطوط کو ہم سب کے لیے مشعلِ راہ اور اِس کی اشاعت میں کوشاں حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہٗ کو اپنے شایانِ شان اَجرِ عظیم عطاء فرمائے، آمین۔ (محمود میاں غفرلہٗ)

جواب اَز حضرت شیخ الحدیثؒ

مکرم ومحترم حضرت مفتی صاحب زادت معالیکم !

بعد سلام مسنون ، اِسی وقت شدید انتظام میں گرامی نامہ مورخہ ۱۴ر ذی الحجہ حجازی ۲۴ر ذی الحجہ کو پہنچا، مجھے شدت سے اپنے خط کے پہنچنے کا انتظار تھا گرامی نامہ سے بہت ہی مسرت اور اطمنانیت ہوئی کہ جناب کو خود بھی اِس کا احساس ہوا اور میرا عریضہ محرک ہو، یہ ناکارہ تو کئی سال سے خط بھی سننے میں اور لکھوانے میں دُوسروں کا محتاج ہے، اِس داعیہ سے کہ میرے خیالات کو آپ اپنے کلام میں شرح وبسط سے تحریر فرمائیں گے بے حد مسرت ہوئی، یقیناً وہ زیادہ مفید ہوگی، میری تحریر تو بے ربط و بے سروپا ہوتی ہے، نہ تحریر کی مشق نہ تقریر کی، میں نے تو خود بھی درخواست یہی کی تھی کہ اِس مضمون کی روشنی میں جناب خود تحریر فرما دیں تو زیادہ مفید ہوگا۔

اِس ناکارہ کو اپنے اکابر کے حالات سننے پڑھنے کا تو بچپن سے اشتیاق ہے۔شاید پہلے بھی لکھا ہوگا کہ اَشرف السوانح ،اسیر مالٹا،حضرت میاں صاحبؒ کی تحریر فرمودہ ''حیات شیخ الہند'' جو جو چھپتی رہی ایک ایک رات میں دیکھتا رہا، جب صحت اور شباب تھا تو ساری رات جاگنا بہت آسان تھا،اب اپنی محتاجگی اور معذوری نے بہت پریشان کر رکھا ہے۔

فضائلِ ذکر کا مضمون آپ نے سن لیا اور ایک عنوان کے ساتھ جناب کے ذہن میں مضمون بھی آ گیا اِس سے بہت مسرت ہوئی، یہ زیادہ مفید ہوگا۔

جناب نے پہلے قلبی دورہ کے بعد جو مایوسانہ خیال لکھا میں تو اُس میں آپ کا ہم خیال نہیں ہوں، میرا تو خیال یہ ہے کہ اِس ضعف وپیری اور مایوسی عن الحیات میں بھی جو نیک خیال دل میں آئے اُس کو ضرور شروع کردیا جائے کہ بعد والوں کے لیے اُسوہ بنے اور کام کرنے والوں کے لیے رہنمائی کا سبب بنے، میرا خیال یہ ہے اور بہت قوت سے ہے کہ اکابر کی آنکھیں جنہوں نے دیکھی ہیں یا صحبت اُٹھائی ہے اُن کو بعد میں آنے والوں کے لیے جو اَکابر کی نگاہوں سے بھی محروم ہیں، جو ہو سکے متن یا مسودہ کی طرح ضرور سامنے کردینا چاہیے کہ کم سے کم اُن کے لیے اُس ماحول سے تو مناسبت تو رہے۔(میں تو) جناب کے دُوسرے دورہ کے بعد کے خیال کا ہمنوا ہوں، ضرور جو امورِ خیر بڑوں سے حاصل کیے ہیں وہ ربط بے ربط

بعد والوں کے لیے تحریراً وتقریراً شروع کر جائیں۔

آپ نے نماز قضا ہونے پر جو جرمانہ تجویز کیا بہت مناسب ہے، اُس کا شدت سے نفاذ کریں اور اُس کا مطالبہ بھی فرمایا کریں کہ جرمانہ ادا کر دیا یا نہیں؟ آپ کے بعد یہی مقتدا اور آپ کے قائم مقام ہوں گے، احادیث سے بھی بکثرت اِس مضمون کی تائید ہوتی ہے۔ اِس مژدہ سے بہت ہی مسرت ہوئی کہ آپ نے ذاکرین کے دارالعلوم میں اجتماع کا اہتمام شروع فرمایا، اللہ تعالیٰ مبارک کرے اور موجبِ خیر بنائے۔

آپ نے اپنے دونوں صاحبزادوں کو ڈاکٹر عبدالحیؒ صاحب کے حوالہ کر دیا بہت اچھا کیا، مگر شرط یہ ہے کہ اُن کے دلوں میں ڈاکٹر صاحب کی محبت و وقعت پیدا ہو اور آپ خود بھی بہت اہتمام سے اُس کی نگرانی کیا کریں کہ وہ ڈاکٹر صاحب کے فرمودات پر اہتمام سے عمل کریں اور وقعت بھی، مولویوں میں ایک خاص مرض یہ ہوتا ہے کہ اُن کے دِلوں میں اپنی علمیت کے گھمنڈ میں اپنے سے جو اعظم نہ ہو اُس کی وقعت کم ہوتی ہے، اِس سلسلہ میں اُن بچوں کو یہ مضمون ضرور سناتے رہیں کہ رشیدؒ و قاسمؒ نے حضرت حاجی صاحبؒ سے بیعت کی، جب لوگوں نے دونوں سے الگ الگ اعتراض کیا جو اُن کی شان تھی وہی جواب دیا، حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ ہم میں علم تو زیادہ تھا مگر آگ جو حضرت حاجی صاحبؒ میں تھی وہ ہم میں نہیں تھی، اور حضرت نانوتویؒ نے یہ فرمایا کہ وہ عالم تو نہیں تھے مگر عالم گر تھے۔

اِس مضمون کو میں تو نہ لکھوا سکا ہوں مگر آپ خوب سمجھ گئے ہوں گے، یہ ناکارہ اِن دونوں (بچوں) کے لیے دل سے دُعا کرتا ہے مگر آپ کی دُعائیں اُن کے حق میں زیادہ قوی ہیں اور نگرانی اُس سے بھی زیادہ قوی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وقوت زیادہ سے زیادہ عطا فرمائے کہ آپ کے فیوض و برکات سے لوگوں کو بہت زیادہ نفع ہے، خدا کرے صاحبزادگان کو میری یہ تحریر گراں نہ ہو، اور اِس سے زیادہ سخت بات لکھوں جو میرے والد کا مشہور فقرہ ہے جو سینکڑوں دفعہ کا سنا ہوا ہے اور اپنے اُوپر تجربہ کیا ہوا بھی ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ ''صاحبزادگی کا سور بہت دیر میں نکلتا ہے'' اور اِس مصلحت سے وہ بے وجہ مجمع میں ضَرَبَ یضرِبُ بھی مجھے کر دیتے تھے اور میرے چچا جان کا معاملہ میرے ساتھ باوجود اُن کے چچا اور اُستاذ اور نائب الشیخ ہونے کے ایسا رہتا تھا کہ میں اُس سے خود شرمندہ ہو جاتا تھا، مگر اِس سب کے ساتھ کبھی کبھی مجمع میں ڈانٹ بھی دیتے تھے، ایسے ہی ایک موقع پر حضرت رائے پوریؒ نے اُن سے عرض کیا کہ حضرت آپ کی ناراضگی کی کوئی وجہ تو

سمجھ میں آئی نہیں ہے، ہے تو گستاخی ؟ تو چچا جان نے فرمایا تھا کہ آخر میں چچا بھی تو ہوں، میں قصداً ایسا کرتا ہوں کہ کبھی اِس کو اپنی مشیخت کی وجہ سے عجب نہ پیدا ہونے لگے۔ میرے اکابر نے تو میری اصلاح کی بہت کوشش فرمائی، مگر افسوس کتے کی دُم بارہ برس نلکی میں رکھنے کے بعد نکالی تو ٹیڑی ہی نکلی، اور اَب تو مقدر سے کوئی ٹوکنے والا بھی نہ رہا، یہاں تک لکھ کر بہت دل بھر آیا، اِس کے نظائر تو کئی یاد آئے مگر دل ودماغ میں اُن کے لکھوانے کی گنجائش نہیں، نہ وقت میں، آپ بیتی میں پہلے بھی اِس قسم کے واقعات بہت آ گئے ہیں۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم حبیب اللہ

۲۶ر دسمبر سنہ ۷۵ء مکہ مکرمہ

☆☆☆

جواب از مولانا محمد یوسف بنوری ؒ

جیسا کہ میں نے اُوپر لکھا میں نے اپنے خط کا مضمون معمولی تغیر کے ساتھ حضرت مفتی صاحب اور مولانا بنوری دونوں حضرات کو لکھا تھا، حضرت مولانا بنوری نے میرے خط کے جواب میں تحریر فرمایا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۹ر محرم الحرام سنہ ۱۳۹۶ھ

مخدوم گرامی، مفاخرہٰذہ العصور حضرت شیخ الحدیث رفع اللہ تعالیٰ درجاتہ وافاض علینا من برکاتہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جب سے کراچی پہنچا ہوں عریضہ لکھنے کا اِرادہ کرتا رہتا ہوں لیکن توفیق نہیں ہوئی، ایک طرف مشاغل کا ہجوم دُوسری طرف کسل کا ہجوم، آپ کو تو حق تعالیٰ نے حسن نظم کی توفیق فرمائی ہے ہر کام وقت پر ہو جاتا ہے میں اِس نعمت سے محروم ہوں، اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں، آمین۔

عزیز محمد سلمہٗ نے آپ کا مکتوب مبارک دیا بلکہ سنایا، دوبارہ خود بھی پڑھا، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی عیادت وزیارت کے لیے دارالعلوم گیا تھا وہاں بھی میں نے ذکر کیا، فرمایا کہ زبانی بھی اُس

کا تذکرہ آیا تھا، اساتذہ مدرسہ عربیہ اِسلامیہ کا شوریٰ کا جلاس تھا، اُس مجلس میں مکتوب مبارک سنایا گیا اور عمل کرنے کے لیے تدبیر و مشورہ پر غور بھی ہوا، بات تو بالکل واضح ہے، ذکر اللہ کی برکات و انوار سے جو نتائج مرتب ہوں گے وہ بھی واضح ہے اور میں اُس کی تلافی کے لیے ہمیشہ یہ کہا کرتا تھا کہ ہر مدرسہ کے ساتھ ایک خانقاہ کی ضرورت ہے۔

ہمارے اَکابر جو اخلاص اور تعلق مع اللہ کے مجسمہ تھے وہ محتاج بیان نہیں، اُن کی تدریس و تعلیم سے غیر شعوری طور پر ایسی تربیت ہوتی تھی اور اُن کی قوتِ نسبت سے اِتنا اَثر ہوتا تھا کہ درس سے فراغت کے بعد ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی ذاکر اعتکاف سے باہر آرہا ہے، بلا شبہ کاملین کا دَور ختم ہوا تو اُس کی تکمیل کے لیے اِس قسم کی تدابیر کی ضرورت ہے، حق تعالیٰ جلد سے جلد عملی طور پر اِس کی تشکیل کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

اہم اِشکال :

البتہ ایک اِشکال ذہن میں آیا کہ ویسے تو علومِ دین، تدریس کتبِ دینیہ سب ہی ذکر اللہ کے حکم میں ہیں اگر اخلاص و حسنِ نیت نصیب ہو، اور ذکر اللہ بھی اگر خدانخواستہ ریا کاری سے ہو تو عبث بلکہ وبالِ جان ہے، لیکن اگر کسی درس گاہ میں تعلیم قرآن کریم کا شعبہ بھی ہے اور بچے تعلیم قرآن اور حفظ قرآن میں مشغول ہیں اور الحمد للہ ایسے مدارس بھی ہیں جہاں معصوم بچے اور مسافر بچے شب و روز بلا شبہ بارہ گھنٹے تلاوت قرآن میں مشغول رہتے ہیں، مقصد بھی الحمد للہ بہت اُونچا اور نیت بھی صالح، تو کیا یہ ذکرُ اللہ اِن ذاکرین کے ذکر کی جگہ پُر نہیں کر سکتے ؟

اور یہ سلسلہ اگر اِس طرح جاری و ساری رہے تو الحمد للہ اچھا خاصا بدل مل جاتا ہے، ظاہر ہے کہ عہدِ نبوت میں یہ سلاسل و طُرق کا نظام تو نہیں تھا بلکہ تلاوت قرآن کریم، مختلف اوقات و اعمال کے اذکار و اَدعیہ، پھر صحبت مقدسہ، قیام لیل وغیرہ کی صورت تھی، بظاہر اگر اِس قسم کی کوئی صورت مستقل قائم ہو تو شاید فی الجملہ بدل بن سکے گا، ہاں یہ دُرست ہے کہ ذکر تبعاً ہوگا، اور بصورت مشائخ طریقت ذاکرین کا سلسلہ شاید قصداً و اِرادتاً ہوگا، شاید کچھ ملحوظِ خاطر عاملہ ہوگا۔

بہر حال مزید رہنمائی کا محتاج ہوں، مجھے اپنے ناقص ہونے کا بے حد افسوس ہے، کاش رسمی تکمیل ہو

جاتی تو محض افادیت ونفع کی غرض سے متعارف سلسلہ بھی جاری کرتا اور اِس طرح ایک خانقاہی شکل بھی بن جاتی، یہ چیز واضح ہے کہ عام طور پر طلبہ تعلیم کے زمانے میں اپنی تربیت واِصلاح کی طرف قطعاً متوجہ نہیں ہوتے اور یہ پہلو بے حد دردناک ہے، جب مدرسین بھی اِس قوی نسبت سکینہ کے حامل نہ ہوں اور طلبہ بھی اپنی اِصلاح سے غافل ہوں، اذکار واَدعیہ کا التزام بھی نہ ہو، دورفتنوں کا ہو، حفت النار باالشھوات کا منظر قدم قدم پر ہوتو ذکراللہ کی کثرت کے بغیر چارۂ کار نہیں، میں آپ کے خاص دعوات وتوجہات کا محتاج ہوں، وقت کے ضیاع کا صدمہ ہے، لایعنی باتوں میں مشغولیت کا خطرہ رہتا ہے۔

والسلام مع العرف الاحترام ومسک الختام

محمد یوسف عفی عنہ

☆☆☆

جواب از حضرت شیخ الحدیثؒ

باسمہ سبحانہ

المخدوم المکرّم حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحب زادمجدکم

بعد سلام مسنون!

طویل انتظار کے بعد رات عشاء کے بعد ۲۰؍جنوری کی شب میں رجسٹری پہنچی، آپ کے مشاغل کا ہجوم تو مجھے بہت معلوم ہے اور آپ کی ہمت ہے کہ بیک وقت اِتنے مشاغل کو کس طرح نمٹاتے ہیں سیاسی علمی اور اسفار۔ اور مجھے یہ اندیشہ تھا کہ وہ رجسٹری کہیں گم نہ ہوگئی ہو، عزیز محمد سلمہٗ کسی آنے والے کے ہاتھ آپ کی خدمت تک اِس کا پہنچ جانا لکھ دیتا تو اطمینان ہوتا، آپ نے بہت اچھا کیا کہ اپنی مجلس شوریٰ میں میرے عریضہ کو سنایا، کم سے کم اُن سب حضرات کے کانوں میں تو یہ مضمون پڑ گیا۔

خدا کرے کہ کسی کے دل میں بھی یہ مضمون اُتر جائے، تقریباً دوسال ہوئے مفتی محمد شفیع صاحب کا ایک خط آیا تھا، اُنہوں نے تحریر فرمایا تھا کہ تیری آپ بیتی میں مدرسین اور ملازمین کے لیے جو مضمون ہے مجھے بہت پسند آیا اور میں نے اپنے یہاں سب مدرسین وملازمین کو جمع کرکے بہت اہتمام سے اُس کو سنوایا، عزیز محمد سلمہٗ کے خط سے معلوم ہوا کہ جناب نے میرا خط اپنی تمہید کے ساتھ بینات میں طباعت کے لیے دے

دیا، مجھے تو یاد پڑتا ہے کہ میں نے اپنے عریضہ میں لکھا تھا کہ آپ اپنے الفاظ میں اِس مضمون کو تحریر فرمائیں تو اِنشاء اللہ تعالیٰ زیادہ مؤثر ہوگا، اِس میں کوئی تواضع یا تصنع نہیں کہ میری تحریر بے ربط ہوتی ہے کہ بولنے کا سلیقہ نہ لکھنے کا۔

آپ نے اکابر کے متعلق جو لکھا وہ حرف بحرف صحیح ہے، بہت سے اَکابر کی صورتیں خوب یاد ہیں، حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے دور سے اِن اکابر کو بہت کثرت سے دیکھنے کی نوبت آئی، بلا مبالغہ صورت سے نور ٹپکتا تھا، اور چند روز پاس رہنے سے خود بخود طبائع میں دین کی عظمت، اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی تھی، حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے متعلق بہت سے جاہلوں کو میں نے خود دیکھا کہ بیعت ہونے کے بعد تہجد نہیں چھوٹا اور بعض جاہلوں کو تو یہاں تک دیکھا کہ کوئی نیا مولوی اپنے وعظ میں کچھ اِدھر اُدھر کی کہہ دیتا تو وہ آکر پوچھتے کہ فلاں مولوی صاحب نے وعظ میں یوں کہا ہے۔

ناگل کے قریب ایک گاؤں تھا اُس وقت نام تو یاد نہیں رہا، میرے دوست کہتے ہیں کہ آپ بیتی میں یہ قصہ آگیا ہے، یہاں کے ایک رہنے والے جن کو میں شاہ جی کہا کرتا تھا، ہر جمعہ کو سردی یا گرمی یا بارش ہو ہر جمعہ کو ناگل سے پیدل چل کر جمعہ حضرت گنگوہیؒ کے یہاں پڑھا کرتا تھا اور جمعہ کے بعد حضرت گنگوہیؒ کی مجلس میں شریک ہو کر عصر سے پہلے چل کر عشاء کے بعد اپنے گھر پہنچ جایا کرتا تھا، اور حضرت شیخ الہندؒ کا قصّہ تو مشہور ہے کہ جمعرات کی شام کو مدرسہ کا سبق پڑھا کر ہمیشہ پیدل گنگوہ تشریف لے جایا کرتے تھے اور شنبہ کی شب میں عشاء کے بعد یا تہجد کے وقت گنگوہ سے چل کر شنبہ کی صبح کو دیوبند میں سبق پڑھایا کرتے تھے، یہ مناظر آنکھوں میں گھومتے ہیں اور دل کو تڑپاتے ہیں۔

اِشکال کا جواب :

آپ نے جو اِشکال کیا وہ بالکل صحیح ہے، مگر اُس تالی کے ساتھ مقدم کا تحقق ہو جائے تو سب کچھ ہے، یقیناً قرآن پاک کی اور حدیث کی تعلیم تو بہت اُونچی ہے اور اُس میں سب کچھ ہے، اُس کا مقابلہ کوئی چیز کیا کر سکتی ہے۔

مگر تابعین کے زمانے سے قلبی امراض کی کثرت نے اِس زمانے کے مشائخ کو اِن علاجوں کی طرف متوجہ کیا جیسا کہ امراضِ بدنیہ میں ہر زمانے کے اطباء نے نئے نئے امراض کے لیے نئی نئی دوائیں

ایجاد کیں، ایسے اطباءِ رُوحانی نے قلوب کے زنگ کے لیے اَدویہ اور علاج تجویز کیے، میری نگاہ میں بھی ایسے اشخاص گزرے ہیں جو دورہ سے فراغ پر صاحبِ نسبت ہوجاتے تھے، نبی کریم ﷺ کی نگاہ کی تاثیر سے دل کے غبار چھٹ جاتے تھے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے خود اعتراف کیا کہ نبی کریم ﷺ کے دفن سے ہم نے ہاتھ نہیں جھاڑے تھے کہ اپنے قلوب میں تغیر پانے لگے۔

اِس قوتِ تاثیر کا نمونہ اُمت کے افراد میں بھی پایا گیا، چنانچہ حضرت سید صاحبؒ کے لوگوں میں بہت سے ایسے ہیں جن کو بیعت کے ساتھ ہی اجازت مل گئی، اُس کے نظائر تو آپ کے علم میں مجھ سے زیادہ ہوں گے، حضرت میاں جی صاحب نوراللہ تعالیٰ مرقدہٗ کے یہاں تلاوت قرآن کے درمیان میں ہی بہت سے مراحل طے ہوجایا کرتے، مگر یہ چیز تو قوتِ تاثیر اور کمالِ تاثیر کی محتاج ہے جو ہر جگہ حاصل نہیں ہوتا، کہیں یہ چیز حاصل ہوجائے تو یقیناً ذکر و شغل کی ضرورت نہیں، یہ طرق وغیرہ تو سارے مختلف انواعِ علاج ہیں جیسا کہ ڈاکٹری، یونانی، ہومیو پیتھک وغیرہ اطبائے بدنیہ نے تجربوں سے تجویز کیے ہیں۔

اِسی طرح اطبائے رُوحانی نے بھی تجربات یا قرآن وحدیث کے استنباطات سے امراضِ قلبیہ کے علاج تجویز فرمائے کہ قرآن پاک واَحادیث میرے خیال میں مقویات اور جواہرات ہیں لیکن جس کو پہلے معدہ صاف کرنے کی ضرورت ہو اُس کو تو پہلے اِسہال کے لیے ہی دوا دیں گے، ورنہ یہ قوی غذائیں ضعفِ معدہ کے ساتھ بجائے مفید ہونے کے مضر ہوجاتی ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ : مزید رہنمائی کا محتاج ہوں، میں آپ کی کیا رہنمائی کرسکتا ہوں ع

او کہ خود گم اَست کرا رہبری کند

چونکہ طلبہ میں اَب (جیسا کہ آپ نے بھی لکھا) بجائے تلاوت کے لغویات کی مشغولی رہ گئی بلکہ بعض میں تو اِنکار و اِستکبار کی نوبت آجاتی ہے، اِسی لیے اِس کی ضرورت ہے کہ قرآن وحدیث اور اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کے لیے کوئی لائحہ عمل آپ جیسے حضرات تجویز فرمائیں، پہلے ہر شخص کو اپنی اصلاح کا خود فکر تھا، وہ خود ہی امراض کے علاج کے لیے اطباء کو ڈھونڈتے تھے، اب وہ امراضِ قلبیہ سے اِتنے بیگانہ ہوچکے ہیں کہ مرض کو مرض بھی نہیں سمجھتے، کیا کہوں اپنی مافی الضمیر کو اچھی طرح ادا کرنے پر قادر بھی نہیں، اور اِن مہمانانِ رسول کی شان میں تحریر میں کچھ لانا بھی بے اَدبی سمجھتا ہوں، ورنہ اہلِ مدارس کو سب کو اِن کے تجربات خوب

حاصل ہیں کہ جماعت اور تکبیرِ اُولیٰ کے اہتمام کے بجائے سگریٹ اور چائے نوشی میں جماعت ہی جاتی رہتی ہے، فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکیٰ ۔

آپ نے تو میرے مافی الضمیر کو خود ہی اپنی تحریر میں واضح فرمادیا، آپ جیسے ناقص تو ہم جیسے کاملوں سے بہت اُونچے ہیں، میرا مطلب تو آپ اور مفتی شفیع صاحب وغیرہ بقیۃ السلف کو اِس لائن کی طرف متوجہ کرنا تھا کہ یہ پہلو بھی آپ کے ذہن میں رہے تو زیادہ اچھا تھا، میری بے ربط تحریرات تو اشاعت کے قابل نہیں ہوتیں، آپ حضرات اپنی حسنِ تدبیر، حسنِ رائے سے مدارسِ عربیہ کے طلبہ کو کم از کم قرآن و حدیث کی عظمت اور اُس سے محبت پیدا کرنے کی کوئی تجویز فرمائیں تو بہت حد تک اِصلاح کی اُمید ہے، ورنہ آپ یہ دیکھ ہی رہے ہیں کہ قرآن و حدیث کے پڑھنے پڑھانے کا اسٹرائیکوں سے مقابلہ کیا جارہا ہے۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم حبیب اللہ

۲۰؍جنوری سنہ ۷۶ء مدینہ طیبہ

☆☆☆

مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کا دُوسرا جواب

اِس پر مولانا بنوری رحمہ اللہ کا جواب آیا :

۳؍صفر سنہ ۱۳۹۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخدومِ گرامی، برکۃ ہذا العصر حضرت شیخ الحدیث زادہم اللہ برکاتٍ وحسناتٍ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تَحِیَّۃٌ مِنَ عِنْدِاللّٰہِ مُبَارَکَۃٌ طَیِّبَۃٌ

والا نامہ گرامی نے ممنون ومشرف فرمایا، جواب میں حسبِ عادت تاخیر ہوتی جاتی ہے، اب تو یہ تقصیر عادت ہی بن گئی، الحمد للہ تعالیٰ کہ قلمی ہے قلبی نہیں، سابق مکتوبِ برکت مختصر تمہید کے ساتھ بینات میں

شائع ہوگیا، آپ کے کلمات میں جو تاثیر ہوگی ہماری روایت بالمعنی اور تشریح میں کہاں وہ برکت، اِس لیے اِن کلمات کو بعینہا شائع کرنا قرینِ مصلحت سمجھا، اور اِس لیے ادباً تعمیلِ حکم سے قاصر رہا، میں تو کسی کی جوتیوں کے صدقہ کچھ لکھ لیتا ہوں ورنہ اُردو کہاں اور ہم کہاں؟

خیر حق تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ تفصیلی جواب سے سرفراز فرمایا اور بہت کچھ باتیں آجاتی ہیں، اور ہمیں اور دُوسروں کو استفادہ کا موقع مل جاتا ہے، لیکن مخدوما! میرا مقصد طُرق وسلاسل ومشائخ کے اذکار و اعمال واشغال مراقبات ومجاہدات کی اَفادیت میں ہرگز نہ تھا، الحمدللہ تعالیٰ کہ اِن پر قلب مطمئن ہے کہ امراضِ نفوس کا بھی علاج ہے اور اُن تدابیر کے سوا چارہ ٔ کار نہیں، اور اگر امراض نہ ہوں تو شارع علیہ السلام نے جو غذائے رُوحانی مقرر فرمایا ہے اور فرض قرار دے دیا ہے وہی نسخہ ٔ شفا ہے مزید کی حاجت ہی نہیں، مقصد شبہ کا صرف اِتنا تھا کہ ذکراللہ کی برکات وانوار تو بہرحال درس قرآن، حفظ قرآن، تلاوتِ قرآن سے حاصل ہو جاتے ہیں، طلبہ کے نفوس کا علاج وہ نہیں، بلاشبہ اِس کے لیے مخصوص طُرق علاج کی ضرورت ہے۔

اِس لیے گزارش کی تھی کہ ہر درس گاہ کے ساتھ ایک خانقاہ کی بھی ضرورت ہے جو طلبہ فارغ ہوں اُس سے وابستہ ہوں اور کچھ عرصہ اِس مقصد کے لیے اقامت بھی کریں، خدا کا شکر کہ آپ کی خواہش (کے مطابق) ذاکرین کے اجتماع اور اجتماعی ذکر کی تدبیر کی گئی، اِس ہفتہ اِس کا افتتاح بھی ہوجائے گا (اِنشاء اللہ) شبِ جمعہ کو کچھ طلبا ہفتہ وار مکی مسجد میں جایا کرتے ہیں، امسال جو طلبہ فارغ ہوں گے تیرہ طلبہ نے ایک سال کے لیے تبلیغ میں وقت لگانے کا عزم کرلیا ہے اور نام لکھوادیے ہیں، اور ایک چلہ والے تو بہت ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ اگر آپ کی دُعائیں اور توجہات دونوں شاملِ حال رہیں تو اِنشاء اللہ تعالیٰ مافات کی تلافی ہوتی رہے گی، آپ کا دُوسرا گرامی نامہ بھی مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے چند اساتذہ کے مجمع میں سنا دیا، بہت محظوظ ہوئے، وہ آپ کی تدبیر وتجویز پر عمل کرنا سوچ رہے ہیں، بہت عجلت اور تشویش خاطر میں چند سطریں گھسیٹ دی ہیں تاکہ مزید تاخیر نہ ہو۔

والسلام

محمد یوسف بنوری

☆☆☆

جوابُ الجواب اَز حضرت شیخ الحدیثؒ

باسمہٖ سبحانہٗ

المخدوم المکرّم حضرت مولانا الحاج محمد یوسف صاحب بنوری زادت معالیکم !

بعد سلام مسنون !

گرامی نامہ مؤرخہ ۳ رصفر بذریعہ رجسٹری پہنچا اور بینات کا وہ پرچہ بھی پہنچ گیا جس میں جناب نے اِس ناکارہ کا وہ خط بھی طبع کر دیا۔ میں نے لکھا تھا کہ میرا مضمون بعینہٖ نہ چھاپا جائے بلکہ میرے مضمون کو اپنے اَلفاظ میں مفصل تحریر فرمائیں، وہ محض تواضع نہیں تھی بلکہ تحریر وتقریر پر عدمِ قدرت منشأ تھا مگر جناب کے گرامی نامہ سے معلوم ہوا کہ جناب نے اَزراہِ محبت اُس کو بعینہٖ شائع فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اِس محبت کو طرفین کے لیے دینی ترقیات کا ذریعہ بنائے۔

اِس سے بہت مسرت ہوئی کہ جناب نے اِس ناکارہ کی درخواست پر خانقاہ کا اِفتتاح بھی فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ برکت فرمائے، مثمرِ ثمرات بنائے، میرے مضمون پر کوئی تائید یا تنقید کسی کی طرف سے آئی ہو تو مطلع فرمائیں، کسی اور مدرسہ نے اِس پر توجہ کی یا نہیں؟

یہ اُمنگیں تو میرے سینے میں کئی سال سے چل رہی ہیں اور اپنی طرف سے تدبیریں بھی اِس کی کچھ نہ کچھ کرتا رہتا ہوں مگر ذکر کی طرف توجہ اَب کم ہوتی جا رہی ہے اور چونکہ اَکابرؒ کے زمانے سے طلبہ کو اِس سے الگ رکھا گیا اِس لیے عام طور سے ذہنوں میں اِس کی اہمیت بھی کم ہوتی جا رہی ہے۔ طلبہ کو الگ رکھنا تو میرے ذہن میں اَب بھی ہے لیکن مدرسوں میں اِس کا سلسلہ قائم کرنے کی ضرورت بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ مفتی شفیع صاحبؒ نے بھی بہت اہتمام سے اِس پر لبیک فرمائی تھی اور شروع کرنے کا وعدہ بھی فرما لیا تھا۔ آپ کی مساعی جمیلہ سے اگر مدرسوں میں ذکر کا سلسلہ شروع ہوگیا تو میرا خیال ہے کہ بہت سے فتنوں کا سدِّ باب ہو جائے گا۔

مصر سے مولوی عبدالرازق صاحب کا خط آیا تھا جس سے معلوم ہوا کہ وہ (فتنہ مودودِیت کی) تعریب کے کام میں مشغول ہیں، اُنھوں نے شاہد کے نام ایک پرچہ بھیجا تھا جس میں اس کی روایاتِ حدیث کا حوالہ لکھنے کو لکھا تھا، عزیز شاہد اُن کو لکھ رہا ہے، یہاں کتابیں کم ملتی ہیں بلکہ زیادہ تر مصری ملتی ہیں اِس لیے اِس کی تلاش میں دیر لگ رہی ہے، میرے مسودہ پر تو صفحات سب پر پڑے ہوئے ہیں مگر میرے مسودات میں

کتابیں وہی ہوتی ہیں جو بہت قدیم چھپی ہوئی ہیں اُن ہی میں پڑھا پڑھایا اور اُن ہی سے دلچسپی ہے۔ میری ابوداؤد وہ ہے جس میں میرے والد صاحبؒ نے (سنہ ۱۲ہجری) میں حضرت گنگوہیؒ سے ابوداؤد شریف پڑھی۔ بہت قدیم نسخہ ہے اُسی میں اُنھوں نے پڑھایا وہی پھر میرے پاس رہا، نئی مطبوعات باوجود بہت واضح اور صاف ہونے کے مجھے مناسبت اُن ہی کتابوں سے ہے جو بہت پرانی ہیں، نئی کتابیں میرے لیے ایسی ہی اجنبی ہیں جیسے ممالکِ عربیہ والوں کے لیے لیتھو کی طباعت۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے جناب کی صحت وقوت میں اِضافہ فرمائے اور اپنی رضا ومرضیات پر زیادہ سے زیادہ کام لے، آمین۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم حبیب اللہ

۲/۱۶ سنہ ۷۶ء مدینہ طیبہ

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامدؒ کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے (اِدارہ)

عورتوں کے رُوحانی امراض

﴿ از اِفادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ﴾

عورتیں اور رُسوم کی پابندی :

عورتوں کی حالت بہت زیادہ خراب ہے۔ یہ اپنے ذہن کی ایسی پکی ہوتی ہیں کہ دین تو کیا دُنیا کی بھی اچھائی برائی کا اِن کو خیال نہیں رہتا۔ رسموں کے سامنے اور اپنی ضد کے سامنے چاہے کچھ بھی نقصان ہوجائے کچھ پرواہ نہیں کرتیں۔ بعضی عورتیں ایسی دیکھی جاتی ہیں کہ اُن کے پاس مال تھا کسی تقریب یا شادی میں لگا کر کوڑی کوڑی کی محتاج ہوگئیں اور ہر وقت مصیبت اُٹھاتی ہیں مگر لطف اور تعجب یہ ہے کہ اَب تک بھی اِن رسموں کی بُرائی اِن کو محسوس نہیں ہوئی، یوں کہتی ہیں کہ ہم نے فلاں کے ساتھ بھلائی کی اُس کی شادی ایسی دُھوم دھام سے کردی۔ ہماری یہ سب رقم خدا کے یہاں جمع ہے، جیسی جمع ہے آنکھ مچتے ہی معلوم ہوجائے گا۔ جب دُنیا کی تکلیفیں جوکہ کے اُن کے سامنے ہیں اُن پر اثر نہیں کرتیں حالانکہ وہ بالکل محسوس ہیں تو آخرت کی تکلیفوں کو وہ کب خیال میں لاتی ہیں جو اَبھی مخفی ہیں۔ (منازعة الھوٰی)

ایک مرض اِن عورتوں میں ہے جو مفسدہ میں سب سے بڑھ کر ہے وہ یہ کہ عورتیں رسوم کی سخت پابند ہیں ۔ خاوند کے مال کو بڑی بے دردی سے اُڑاتی ہیں خاص کر شادی بیاہ کی رسموں میں اور شیخی کے کاموں میں ۔ بعض جگہ صرف عورتیں خرچ کی مالک ہوتی ہیں پھر اُن کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مرد رِشوت لیتا ہے یا مقروض ہوتا ہے، تو زیادہ تر جو حرام آمدنی میں مشغول ہیں اُس کا بڑا سبب عورتوں کی فضول خرچی ہے مثلاً کسی گھر میں شادی ہوئی تو یہ فرمائش ہوتی ہے کہ قیمتی جوڑا ہونا چاہیے اَب وہ سو دو سو روپے میں (اور آج کل ہزار دو ہزار میں) تیار ہوتا ہے۔ مرد نے سمجھا تھا کہ خیر سو دو سو ہی میں پاپ کٹا مگر بیوی نے کہا کہ یہ تو شاہانہ جوڑا ہے چوتھی کا الگ ہونا چاہیے وہ بھی اِسی (ہزار) کے قریب لاگت میں تیار ہوا۔ پھر فرمائش ہوتی ہے کہ جہیز میں دینے کو بیس پچیس جوڑے اور ہونے چاہییں غرض کپڑے ہی کپڑے میں سینکڑوں ہزاروں روپے لگ جاتے ہیں۔

جب برادری میں خبر مشہور ہوتی ہے کہ فلاں گھر میں تقریب ہے تو ہر بی بی کو نئے قیمتی جوڑے کی

فکر ہوتی ہے کبھی خاوند سے فرمائش ہوتی ہے کبھی خود بزاز (کپڑے بیچنے والے) کو دروازہ پر بلا کر اُس سے اُدھار لیا جاتا ہے یا سودی قرض لے کر اُس سے خریدا جاتا ہے۔ شوہر کو اگر وسعت نہیں ہوتی تب بھی اُس کا عذر قبول نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے یہ جوڑا محض ریا اور تفاخر کے لیے بنتا ہے۔ اِس غرض سے مال خرچ کرنا اِسراف ہے خاوند پر اُس کی وسعت سے زیادہ بلا ضرورت فرمائش کرنا اُس کو ایذاء پہنچانا ہے اگر خاوند کی نیت اُن فرمائشوں سے بگڑ گئی اور حرام آمدنی پر اُس کی نظر پہنچی تو کسی کا حق تلف کیا رشوت لی اور فرمائشیں پوری کیں اَب گناہوں کا باعث یہ بی بی بنی۔ اِن رسموں کے پورا کرنے میں اکثر مقروض بھی ہوتے ہیں گو باغ ہی فروخت یا گروی ہو جائے اور اگر سود دینا پڑے اُس میں التزام مالا یلزم اور نمائش شہرت اسراف وغیرہ سب خرابیاں موجود ہیں اِس لیے یہ ممنوعات میں داخل ہیں۔ (اصلاح الرسوم)

رسوم ورواج کی جڑ و بنیاد عورتیں ہیں :

جتنے سامان بیاہ شادی کے ہیں سب کی بناء تفاخر اور نمود (شہرت) پر ہے اور یہ تفاخر گو مرد بھی کرتے ہیں مگر اصل جڑ اِس میں عورتیں ہی ہیں یہ اِس فن کی امام ہیں اور ایسی مشاق اور تجربہ کار ہیں کہ نہایت آسانی سے تعلیم دے سکتی ہیں۔ جو آدمی جس فن میں ماہر ہوتا ہے اُس کو اُس فن کے کلیات خوب معلوم ہوتے ہیں۔ یہ ایک کلیہ (قاعدہ) میں سب کچھ سکھا دیتی ہیں۔ جب اُن سے پوچھا جائے کہ بیاہ شادی میں کیا کرنا چاہیے؟ تو ایک ذرا سے کلمہ سے سمجھا دیتی ہیں کہ زیادہ نہیں اپنی شان کے موافق تو کرلو۔ یہ کلیہ نہیں بلکہ کلیھا ہے۔ اور کلیھا ایسا کہ ہاتھی بھی اُس میں سما جائے۔ یہ تو اِتنا سا جملہ کہہ کر الگ ہو گئیں، کرنے والوں نے جب اُس کی شرح پوچھی تو وہ اِتنی طویل ہوئی کہ ہزاروں جزئیات اُس میں سے نکل آئیں جن سے دُنیا کی بھی بربادی ہوئی اور آخرت کا بھی کوئی گناہ نہیں بچا۔

اِنہوں نے تو صرف ایک لفظ یہ کہہ دیا تھا کہ اپنی شان کے موافق کرلو۔ جس کو مردوں نے شرح کرا کرا اِتنا بڑھا لیا کہ ریاستوں کی ریاستیں غارت ہو گئیں ہزاروں گناہ کبیرہ سرزد ہو گئے۔ (جاری ہے)

۞ ۞ ۞

قسط : ۲۵

اَللَّطَائِفُ الْاَحْمَدِیَّةُ فِی الْمَنَاقِبِ الْفَاطِمِیَّةِ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب

﴿ حضرت علامہ سیّد احمد حسن سنبھلی چشتی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

(۷۴) عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِیُّ ﷺ جَعَلَ یَتَغَشَّاهُ الْكَرْبُ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ وَا كَرْبَ اَبَاهُ فَقَالَ لَهَا لَیْسَ عَلٰی اَبِیْكِ كَرْبٌ بَعْدَالْیَوْمِ فَلَمَّا مَاتَ قَالَتْ یَااَبَتَاهُ اَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ یَااَبَتَاهُ مَنْ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَأْوَاهُ یَااَبَتَاهُ اِلٰی جِبْرَئِیْلَ نَنْعَاهُ فَلَمَّا دُفِنَ قَالَتْ فَاطِمَةُؓ یَااَنَسُ اَطَابَتْ اَنْفُسُكُمْ اَنْ تَحْثُوْا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ التُّرَابَ. (بخاری)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ کا مرض سخت ہوا، سختی مرض کی آپ کو بیہوش کرنے لگی پس حضرت فاطمہؓ نے کہا ہائے سختی باپ کی، پس فرمایا آنحضرت ﷺ نے تیرے باپ پر بعد اِس دن کے سختی نہیں ہوگی (یعنی یہ روز رُخصت کا ہے دُنیا سے اور مؤمن کامل کو جو تکلیف ہوتی ہے دُنیا ہی میں ہوتی ہے اور آپ افضل تھے تمام مخلوق سے، پس وہاں جا کر سرور اور راحت ہی راحت ہے) پھر جب وصال فرمایا حضرت رسولِ مقبول ﷺ نے تو کہا حضرت فاطمہؓ نے ہائے میرے باپ تعمیل کی اپنے پروردگار کے حکم کی جس نے کہ آپ کو طلب فرمایا (یعنی حسب الحکم خدائے برتر دُنیا سے رُخصت ہوگئے) اے میرے باپ وہ شخص کہ جنتِ فردوس جس کا ٹھکانا ہے ہائے میرے باپ جبرئیلؑ کو آپ کی موت کی ہم خبر پہنچاتے ہیں۔ پھر جب حضور ﷺ دفن کیے گئے کہا حضرت فاطمہؓ نے، اے اَنس! کیا تم لوگوں نے یہ بات گوارا کی کہ رسول اللہ ﷺ (کی قبر شریف) پر خاک ڈالو۔

یہ تمام باتیں زیادتیٔ محبت اور بطریق حسرت کے تھیں نہ بطریق ناشکری وخلافِ شرع، خوب سمجھ لو۔
یہاں سے شدتِ محبت حضرتِ فاطمہؓ کی حضور سرورِ عالم ﷺ کے ساتھ ثابت ہوئی جو عین حق تعالیٰ کی محبت ہے اور بڑی عبادت ہے۔

(75) عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ اَنَّہٗ سُئِلَ عَنْ جُرْحِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ وَاللّٰہِ اِنِّی لَاَعْرِفُ مَنْ کَانَ یَغْسِلُ جُرْحَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَمَنْ کَانَ یَسْکُبُ الْمَآءَ وَبِمَادُوْوِیَ کَانَتْ فَاطِمَۃُ ابْنَتُہٗ تَغْسِلُہٗ وَعَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ یَسْکُبُ الْمَآءَ بِالْمِجَنِّ فَلَمَّارَاَتْ فَاطِمَۃُ اَنَّ الْمَآءَ لَایَزِیْدُ الدَّمَ اِلَّا کَثْرَۃً اَخَذَتْ قَطْعَۃً مِنْ حَصِیْرٍ فَاَحْرَقَتْھَا فَاَلْصَقَتْھَا فاسْتَمْسَکَ الدَّمُ . (اَخْرَجَہُ الشَّیْخَانِ)

ابوحازمؓ سے حضور سرورعالم ﷺ کے زخم کا حال پوچھا گیا (جنگِ اُحد کے روز کا) پس جواب دیا کہ خدا کی قسم میں پہچانتا ہوں اُس شخص کو جو آپ کے زخم کو دھوتا تھا اور جو پانی ڈالتا تھا اور جس چیز سے آپ ﷺ کے زخم کا علاج کیا گیا۔ حضرت فاطمہؓ آپ کی بیٹی زخم دھوتی تھیں اور حضرت علیؓ ڈھال سے پانی ڈالتے تھے پھر جب حضرت فاطمہؓ نے دیکھا کہ پانی سے سوائے کثرت سے خون بہنے کے اور کچھ نہیں ہوتا تو ایک بوریا کا ٹکڑا لے کر اُسے جلایا پھر اُسے (یعنی اُس کی راکھ زخم سے) چسپاں کر دیا پس خون رُک گیا۔

اِس سے فخر خدمتِ رسول حضرت فاطمہؓ کے لیے عمدہ طور پر حاصل ہونا ثابت ہوا۔ راکھ سے خون بند ہو جاتا ہے مگر یہ بات کہ وہ بوریا کس چیز کا تھا کسی طریق پر ثابت نہیں ہوا، کذا فی فتح الباری۔

(76) یَافَاطِمَۃُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَلِیْنِی مَاشِئْتِ مِنْ مَالِیْ لَآاُغْنِیْ عَنْکِ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا . (متفق علیہ)

فرمایا حضور سرورِ عالم ﷺ نے اے فاطمہؓ بیٹی محمد ﷺ کی مانگ لے مجھ سے جو کچھ چاہے میرے مال میں سے (وہاں مال ہی کیا تھا فقر وفاقہ وزُہد وتقویٰ شعار تھا مگر جو کچھ بھی قدرِ حاجت سے بھی کم دُنیا موجود تھی اُسے فرمایا) میں خُدا (کے عذاب) سے تجھے کچھ بے پرواہ نہ کرسکوں گا۔ (باقی صفحہ ۴۸)

وضو میں چہرہ کے دائرے میں موجود داڑھی کے سب بالوں کو دھونے کا وجوب

﴿ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب ﴾

بِسْمِ اللّٰہِ حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا

یہ بات دیکھنے میں آئی کہ بہت سے طلبہ جو دورۂ حدیث کرکے فارغ ہوتے ہیں اُن کے ذہنوں میں یہ بات ہوتی ہے کہ وضو میں چہرہ دھوتے ہوئے گھنی دَاڑھی کے اُن بالوں کی اُوپری اور ظاہری سطح پر پانی بہالینا کافی ہے جو چہرے کے دائرے کے اندر ہوں اور ظاہری سطح کے اندر جو بال چھپے ہوں اُن کا خلال کرنا سنت ہے۔ اِس طرح سمجھنے کی وجوہ مندرجہ ذیل ہیں :

1۔ فقہ کی درسی کتب مثلاً قدوری، کنز، شرح وقایہ اور ہدایہ میں دُوسری روایات موجود ہیں جن سے رجوع ہو چکا ہے لیکن اختیار کردہ روایت مذکور نہیں ہے۔ اِس لیے صاحب سعایہ لکھتے ہیں :

فَالْعُجُبُ مِنْ اَصْحَابِ مُتُوْنِ الْوِقَایَةِ وَالْکَنْزِ وَالْمُخْتَارِ وَالْمَجْمَعِ وَ مُخْتَصَرِ الْقُدُوْرِیْ ذَکَرَ الْمَرْجُوْعَ عَنْھَا وَتَرَکَ الْمَرْجُوْعَ اِلَیْھَا وَلِذَالِکَ لَمَّا تَنَبَّہَ عَلَیْہِ التَّمَرْتَاشِیْ ذَکَرَ وُجُوْبَ الْغَسْلِ فِیْ تَنْوِیْرِ الْاَبْصَارِ .

وقایہ، کنز، مختار، مجمع اور مختصر قدوری کے متون کے مصنفین پر تعجب ہے کہ اُنہوں نے مرجوع عنہا روایتیں تو ذکر کیں لیکن مرجوع الیہ روایت کو ذکر نہیں کیا۔ اور جب علامہ تمرتاشی کو اِس پر تنبہ ہوا تو اُنہوں نے اپنے متن تنویر الابصار میں داڑھی کے دھونے کے وجوب کو ذکر کیا۔

2۔ فقہ کی سب کتابوں میں داڑھی کے خلال کو سنت کہا ہے۔ اگر چہرے کی حد میں تمام بالوں کا دھونا واجب ہو تو پھر اِن بالوں میں خلال کرنے کی کوئی وجہ نہیں رہ جاتی۔

3۔ امدادُالاحکام ص 251 ج 1 میں ہے :

(i) جو پانی چہرہ پر ڈالا جاتا ہے اگر اُس سے داڑھی کے اُوپر کے بال خوب تر ہو جاویں تو علیحدہ چلو لینے کی ضرورت نہیں۔

(ii) گھنی ڈاڑھی کے بیچ میں بال خشک رہیں تو کوئی حرج نہیں۔اُوپر کے بال تر ہو جانا چاہیے۔

4۔ مواجہہ میں داڑھی کے صرف اُوپری سطح پر موجود بال آتے ہیں اندر کے چھپے ہوئے نہیں۔

5- مراقی الفلاح میں ہے یَجِبُ یَعْنِیْ یَفْتَرِضُ غَسْلُ ظَاهِرِ اللِّحْیَةِ الْکَثَّةِ اور ہدایہ میں ہے وَالدَّاخِلُ لَیْسَ بِمَحَلٍّ لَّہٗ. دونوں کے ملانے سے یہ صورت بنتی ہے کہ گھنی داڑھی کی صرف ظاہری سطح پر جو بال ہیں اُن کا دھونا فرض ہے جبکہ اَندر کے بال محلِ فرض ہی نہیں ہیں۔

لیکن ہم نے جب فقہ وفتاوی کی کتابوں کی طرف مراجعت کی تو ہمیں معاملہ مختلف نظر آیا یعنی یہ کہ چہرے کے دائرے میں آنے والے سب بالوں کا دھونا واجب ہے۔ ہاں اگر داڑھی ہلکی ہو تو نیچے کھال تک پانی پہنچانا ہوگا اور اگر داڑھی گھنی ہو تو کھال تک پانی پہنچانا فرض نہیں البتہ سب بالوں کو دھونا ہوگا۔ یہ بات مندرجہ ذیل عبارات سے واضح ہے۔

اگر یہ بات ثابت ہو جائے تو مذکورہ بالا اُمور کی تاویل اور جواب مشکل نہیں اِس لیے ہم صرف اِسی کو ثابت کرنے پر اکتفا کرتے ہیں :

1۔ دُرِمختار ص 74 ج 1 میں ہے :

وَغَسْلُ جَمِیْعِ اللِّحْیَةِ فَرْضٌ یَعْنِیْ عَمَلِیًّا اَیْضًا عَلَی الْمَذْهَبِ الصَّحِیْحِ الْمُفْتٰی بِهٖ الْمَرْجُوْعُ اِلَیْهِ وَمَاعَدَا هٰذِهِ الرِّوَایَةِ مَرْجُوْعٌ عَنْهُ کَمَا فِی الْبَدَائِعِ .

صحیح، مفتیٰ بہٖ اور مرجوع الیہ مذہب کے مطابق پوری داڑھی کا دھونا فرض عملی (یعنی واجب) ہے اور اُس روایت کے علاوہ جتنے اقوال ہیں سب سے رجوع ہو چکا ہے۔

رَدالمحتار میں ہیں :

(قَوْلُهٗ جَمِیْعُ اللِّحْیَةِ) بِکَسْرِ اللَّامِ وَفَتْحِهَا نهر وَظَاهِرُ کَلَامِهِمْ اَنَّ

اَلْمُرَادَ بِهَا اَلشَّعْرُ النَّابِتُ عَلَى الْخَدَّيْنِ مِنْ عَذَارٍ وَعَارِضٍ وَالذَّقْنِ .

علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لحیہ سے مراد وہ بال ہیں جو کانوں کے سامنے اور رُخساروں پر اور ٹھوڑی پر اُگتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ جَمِيْعُ اللِّحْيَةِ سے صرف اُوپر اُوپر کے بال مراد لینا اور اُن کے نیچے چھپے ہوئے بالوں کو جميع اللحية سے خارج کرنا بعید ہے۔

مرجوع عنہ روایات کی تفصیل علامہ شامی رحمہ اللہ یوں بتاتے ہیں :

(قَوْلُهٗ وَمَاعَدَا هٰذِهِ الرِّوَايَةِ) اَىْ مِنَ الرِّوَايَةِ مَسْحُ الْكُلِّ اَوِالرُّبُعِ اَوِالثُّلُثِ اَوْ مَا يُلَاقِى الْبَشَرَةَ اَوْ غَسْلُ الرُّبُعِ اَوِالثُّلُثِ اَوْ عَدَمُ الْغَسْلِ وَالْمَسْحِ فَالْمَجْمُوْعُ ثَمَانِيَةٌ .

یعنی کل داڑھی کا مسح، تہائی داڑھی کا مسح، چوتھائی کا مسح، کھال کے ساتھ ملے ہوئے بالوں کا مسح، چوتھائی بالوں کو دھونا، تہائی بالوں کو دھونا، نہ دھونا، نہ مسح کرنا اِن سات کے ساتھ دُرمختار والی پوری داڑھی کو دھونے والی روایت ملانے سے کل روایتیں آٹھ بنتی ہیں۔

2۔ عالمگیری ص4 ج 1 میں ہے :

وَيُغْسَلُ شَعْرُ الشَّارِبِ وَالْحَاجِبَيْنِ وَمَاكَانَ مِنْ شَعْرِ اللِّحْيَةِ عَلٰى اَصْلِ الذَّقْنِ وَلَايَجِبُ اِيْصَالُ الْمَاءِ اِلٰى مَنَابِتِ الشَّعْرِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ الشَّعْرُ قَلِيْلاً تَبْدُوْا مِنْهُ الْمَنَابِتُ.

مونچھ اور بھوؤں کے بال اور وہ بال جو اصل ٹھوڑی پر ہیں اُن کو دھویا جائے گا اور بالوں کی جڑوں تک (یعنی کھال تک) پانی پہنچانا واجب نہیں ہے مگر جبکہ بال تھوڑے ہوں اور اُن کے جڑیں نظر آتی ہوں۔

3۔ مراقی الفلاح میں ہے :

يَجِبُ يَعْنِىْ يَفْتَرِضُ غَسْلُ ظَاهِرِ اللِّحْيَةِ الْكَثَّةِ وَهِىَ الَّتِىْ لَا تُرٰى بَشْرَتُهَا فِىْ اَصَحِّ مَايُفْتٰى بِهٖ مِنَ التَّصَاحِيْحِ فِىْ حُكْمِهَا لِقِيَامِهَا مَقَامَ الْبَشْرَةِ

لِتَحَوُّلِ الْفَرَضِ اِلَيْهَا.

گھنی داڑھی یعنی وہ جس کی کھال نظر نہیں آتی صحیح ترین مفتی بہ قول کے مطابق اُس کے ظاہر کو دھونا واجب ہے یعنی فرض ہے کیونکہ اَب داڑھی کھال کے قائم مقام ہے اس لیے کہ فرض کھال سے داڑھی کی طرف منتقل ہوا ہے۔

داڑھی کے ظاہر سے کیا مراد ہے؟ علامہ طحطاوی رحمہ اللہ اِس کو بیان کرتے ہیں :

اِنَّمَا زَادَ الْمُصَنِّفُ لَفْظَ ظَاهِرٍ اِشَارَةٌ اِلٰى اَنَّهٗ لَا يَفْتَرِضُ غَسْلُ مَا تَحْتَ الطَّبْقَةِ الْعُلْيَا مِنْ مَّنَابِتِ الشَّعْرِ . (ص ۳۴)

مصنف نے ظاهر کا لفظ بڑھایا اِس طرف اشارہ کرنے کے لیے کہ داڑھی کے بالوں کے اُوپری طبقہ کے نیچے جو بالوں کی جڑیں ہیں اُن تک پانی پہنچانا فرض نہیں ہے۔

اِس بات کی تصریح سے کہ داڑھی کے بالوں کی جڑوں تک یعنی کھال تک پانی پہنچانا فرض نہیں مفہوم مخالف سے یہ نکلا کہ جڑوں کے اُوپر اُوپر بالوں کے جو حصے ہیں جس کو طَبْقَهْ عُلْيَا کہا اُن تک پانی پہنچانا فرض ہے۔غرض داڑھی کے ظاہر سے مراد جڑوں کے علاوہ بالوں کا حصہ ہے۔

4- اَلْمَتَانَةُ فِىْ مَرَمَّةِ الْخَزَانَةِ ص 88 میں ہے :

فِى السِّرَاجِيَّةِ اَيْضًا اِيْصَالُ الْمَاءِ اِلَى الشَّعْرِ الَّذِىْ يُوَازِى الذَّقْنَ وَالْخَدَّيْنِ فَرْضٌ وَاِلٰى مَااسْتَرْسَلَ مِنْ شَعْرِ اللِّحْيَةِ لَا.

سراجیہ میں بھی ہے کہ اُن بالوں تک پانی پہنچانا فرض ہے جو رُخساروں اور ٹھوڑی کے متوازی ہوں اور جو ٹھوڑی سے نیچے لٹکے ہوئے ہوں اُن تک پانی پہنچانا فرض نہیں ہے۔

لیکن سعایہ میں يُوَازِىْ کے بجائے يُوَارِىْ ہے جس کا مطلب ہے کہ وہ بال جو ٹھوڑی اور رُخساروں کو چھپائے ہوئے ہوں اُن کو دھونا فرض ہے۔اور ظاہر ہے کہ ٹھوڑی اور رُخساروں پر موجود تمام بال ہی اُس کو چھپائے ہوئے ہوتے ہیں اور تمام بال ہی اُن کے متواری بھی ہوتے ہیں۔

5- حلبی کبیر ص 18 میں ہے :

وَاَظْهَرُ الرِّوَايَاتِ عَنْهُ غَسْلُ مَا يُلَاقِى الْبُشَرَةَ وَاخْتَارَهٗ فِى الْمُحِيْطِ

وَالْبَدَائِعِ . قَالَ فِیْ مِعْرَاجِ الدِّرَایَةِ وَھُوَ الْاَصَحُّ وَفِی الْفَتَاوَی الظَّھِیْرِیَّةِ وَبِہٖ یُفْتٰی. قَالَ فِی الْبَدَائِعِ عَنِ ابْنِ شُجَاعٍ اِنَّھُمْ رَجَعُوْا عَمَّا سِوٰی ھٰذَا وَجْھُہٗ اِنَّہٗ لَمَّا سَقَطَ غَسْلُ مَا تَحْتَہٗ انْتَقَلَ فَرْضُ الْغَسْلِ اِلَیْہِ کَالشَّارِبِ وَالْحَاجِبِ حَیْثُ یَنْتَقِلُ فَرْضِیَّةُ غَسْلِ مَا تَحْتَھُمَا اِلَیْھِما.

امام صاحب سے جو اظہر روایت ہے وہ کھال سے ملے ہوئے بالوں کو دھونا ہے اور اُس کو محیط اور بدائع میں اختیار کیا ہے۔ معراج الدرایہ میں ہے کہ یہی روایت اصح ہے اور فتاوی ظہیریہ میں ہے کہ اِسی کا فتوی دیا جاتا ہے۔ بدائع میں ابن شجاع رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ائمہ نے اِس کے سوا باقی روایات سے رجوع کر لیا اور اِس کی وجہ یہ ہے کہ جب گھنی داڑھی کے نیچے کھال کو دھونا ساقط ہو گیا تو دھونے کا فرض داڑھی کی طرف منتقل ہو گیا جیسا کہ مونچھ اور بھووں میں اُن کے نیچے کی کھال کو دھونے کا فرض خود مونچھ اور بھووں کو منتقل ہو گیا۔

ہم کہتے ہیں مَا یُلَاقِی الْبَشَرَةَ سے مراد کھال پر اُگنے والے بال ہیں البتہ اُن کی صرف اِتنی مقدار جو چہرے کے دائرے کے اَندر ہو۔ اگر ہم یہ معنٰی نہ لیں تو مَا یُلَاقِی الْبَشَرَةَ کا مطلب بنے گا وہ بال جو کھال کے ساتھ لگے ہوں اور وہ تو گھنی داڑھی میں چھپے ہوئے بال ہوتے ہیں ظاہری سطح پر نظر آنے والے بال نہیں ہوتے۔

6 - سعایہ ص 47 ج 1 میں بعینہٖ عالمگیری والی عبارت ہے :

یُغْسَلُ شَعْرُ الشَّارِبِ وَالْحَاجِبَیْنِ وَمَاکَانَ مِنْ شَعْرِ اللِّحْیَةِ عَلٰی اَصْلِ الذَّقْنِ وَلَا یَجِبُ اِیْصَالُہٗ اِلٰی مَنَابِتِ الشَّعْرِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ قَلِیْلًا بِحَیْثُ تَبْدُو الْمَنَابِتُ.

7 - بہشتی گوہر میں ہے :

(i) ''داڑھی یا مونچھ یا بھویں اگر اِس قدر گھنی ہوں کہ کھال نظر نہ آئے تو اُس کھال کا دھونا جو اِس سے چھپی ہوئی ہے فرض نہیں ہے بلکہ وہ بال ہی قائم مقام کھال کے ہیں اِن

پر سے پانی بہادینا کافی ہے۔''

یہاں یہ جو کہا کہ ''اِن پر سے پانی بہادینا کافی ہے'' اِس کا یہ مطلب نہیں کہ بالوں کی ظاہری سطح پر پانی بہہ جائے تو کافی ہے بلکہ مراد ہے کہ کھال کے اُوپر جو بال ہیں اُن کو دھونا کافی ہے اُن کے نیچے کھال تک پانی پہنچانا فرض نہیں۔ اِس کی وضاحت بہشتی گوہر ہی کے اگلے مسئلہ میں ہے۔

(ii) ''بھویں یا داڑھی مونچھ اگر اِس قدر گھنی ہوں کہ اِس کے نیچے کی کھال چھپ جائے اور نظر نہ آئے تو ایسی صورت میں اِس قدر بالوں کا دھونا واجب ہے جو حد چہرہ کے اندر ہیں۔ باقی بال جو حد مذکورہ سے آگے بڑھ گئے ہوں اُن کا دھونا واجب نہیں۔''

8 - امداد الفتاوٰی ص5 ج1 میں ہے :

اگر داڑھی ایسی ہو جس کے اندر جلد وجہ کی نظر آتی ہو وہاں تو اُس جلد کا بھی دھونا فرض ہے اور اگر جلد مستور ہو تو جس قدر حد وجہ اور دائرہ وجہ سے نیچے لٹکی ہو اُس کا مسح سنت ہے اور جو دائرہ حد وجہ کے اندر ہو کہ اگر اُس بال کو پکڑ کر کھینچا جائے تو وجہ سے باہر نہ رہے تو اُس میں کئی روایتیں ہیں۔ ایک روایت وہ بھی ہے جو شرح وقایہ میں ہے لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ سب کا دھونا فرض ہے۔''

9 - مولانا عبدالحی فرنگی محلی رحمہ اللہ کی کتاب نفع المفتی والسائل ص25,26 میں ہے :

سَوَالُ اَیِّ مُلْتَحٍ مُتَوَضٍّ یَجِبُ عَلَیْہِ غَسْلُ مَنَابِتِ اللِّحْیَۃِ فِی الْوُضُوْءِ اَقُوْلُ ھُوَ مَنْ کَانَتْ لِحْیَتُہٗ قَلِیْلَۃَ الشَّعْرِ بِحَیْثُ تَبْدُوْ مَنَابِتُہٗ نَصَّ عَلَیْہِ الْبُرْجَنْدِیْ فِیْ شَرْحِ النِّقَایَۃِ اَمَّا مَنْ کَانَتْ لِحْیَتُہٗ سَاتِرَۃً لِّلْمَنَابِتِ یَکْفِیْ لَہٗ اَنْ یَّغْسِلَ جَمِیْعَ اللِّحْیَۃِ .... وَفِیْ مَوَاھِبِ الرَّحْمٰنِ وُجُوْبُ ظَاھِرِ اللِّحْیَۃِ الْکَثَّۃِ اَصَحُّ مَایُفْتٰی بِہٖ .... وَمَاھُوَ الْمُعْتَمَدُ الْمُصَحَّحُ ھُوَ اَنَّ غَسْلَ جَمِیْعِ مَا یَسْتُرُ الْبُشَرَۃَ فَرْضٌ .

''اِس سوال کے جواب میں کہ کون سے شخص کو داڑھی کے بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے مولانا رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس کے بال اِتنے کم ہوں کہ بالوں کی جڑیں نظر

آتی ہوں اُس کو جڑوں تک پہنچانا فرض ہے اور جس کی داڑھی گھنی ہو کہ اُس نے جڑوں کو چھپایا ہوا ہو اُس کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ چہرے کے دائرے میں آنے والی پوری داڑھی (کے بالوں) کو دھوئے .... اور مواہب الرحمٰن میں ہے کہ گھنی داڑھی (کی جڑوں کو چھوڑ کر اُس) کے ظاہری بالوں کو دھونا واجب ہے یہی اصح اور مفتٰی بہ ہے۔ ....اور جو معتمد اور صحیح قول ہے وہ یہ ہے کہ اُن تمام بالوں کو دھونا فرض ہے جو کھال کو چھپائے ہوئے ہیں''۔

ہم کہتے ہیں کہ ٹھوڑی اور رُخساروں کو چھپانے والے بال صرف اُوپر والی سطح کے نہیں ہوتے بلکہ اُوپر کے اور اندر کے سب ہی ہوتے ہیں اور اگر یہ بات تسلیم نہ ہو تو ساتر ہونے میں اوّلیت صرف اندر کے چھپے ہوئے بالوں کو حاصل ہے باہر کے بالوں کو نہیں۔

10 - سعایہ ص96 ج1 میں ہے :

فَقَالَ الْحَلْوَائِیُّ اِمْرَارُ الْمَاءِ عَلٰی جَمِیْعِ ظَاهِرِ اللِّحْیَةِ شَرْطٌ ...... فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَالَ اِنَّمَا مَوْضِعُ الْوُضُوْءِ مِنَ اللِّحْیَةِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا....وَالصَّحِیْحُ اَنَّهٗ یُمِرُّ الْمَاءَ عَلٰی ظَاهِرِهَا كَذَا فِی الْمُجْتَبٰی. وَفِیْهِ اَیْضًا اِنْ كَانَ قَبْلَ نَبَاتِ اللِّحْیَةِ یَفْتَرِضُ غَسْلُ كُلِّهٖ وَاِذَا نَبَتَ سَقَطَ غَسْلُ مَا تَحْتَهَا ...... وَذَكَرَ شَمْسُ الْاَئِمَّةِ الْحَلْوَائِیُّ فِیْ شَرْحِ الْاَصْلِ مَایَدُلُّ عَلَی الْاِتِّفَاقِ فَقَالَ اِذَا كَانَتِ اللِّحْیَةُ خَفِیْفَةً یُرَی الْبَشَرَةُ تَحْتَ الشَّعْرِ فَاِیْصَالُ الْمَاءِ اِلَی الْبَشَرَةِ غَیْرُ سَاقِطٍ وَاِلَّا سَقَطَ .... وَفِیْ مُحِیْطِ رَضِیِ الدِّیْنِ السَّرَخْسِیْ اَشَارَ مُحَمَّدٌ فِی الْاَصْلِ اِلٰی اَنَّهٗ یَجِبُ غَسْلُ كُلِّهٖ فَاِنَّهٗ قَالَ مَوْضِعُ الْوُضُوْءِ مَاظَهَرَ مِنْهُ وَهٰذَا الشَّعْرُ ظَاهِرٌ وَهُوَ الْاَصْلُ لِاَنَّهٗ قَامَ مَقَامَ الْبَشَرَةِ فَتَحَوَّلَ فَرْضُ الْبَشَرَةِ اِلَیْهِ كَمَا فِیْ شَعْرِ الْحَاجِبَیْنِ اِنْتَهٰی.

شمس الائمہ حلوائی رحمہ اللہ نے کہا کہ پوری ظاہری داڑھی پر پانی بہانا (یعنی کھال پر موجود بالوں کو دھونا) شرط ہے ....کیونکہ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وضو کی جگہ

داڑھی کے وہ بال ہیں جو ظاہر ہیں (برخلاف جڑوں کے) ....اور صحیح یہ ہے کہ آدمی ظاہر داڑھی پر پانی بہائے ایسے ہی مجتبیٰ میں ہے۔ اور اِس میں یہ بھی ہے کہ داڑھی نکلنے سے پہلے پورے چہرے کو دھونا فرض ہے اور جب داڑھی نکل آئے تو داڑھی کے نیچے کھال کو دھونا ساقط ہو جاتا ہے۔..........اور شرح الاصل میں شمس الائمہ حلوائی رحمہ اللہ نے وہ بات ذکر کی جو اِتفاق پر دلیل ہے یعنی اُنہوں نے کہا کہ جب داڑھی خفیف ہو کہ بالوں کے نیچے کی کھال نظر آتی ہو تو کھال تک پانی بہانا فرض ہے اور اگر کھال نظر نہ آتی ہو تو اُس تک پانی بہانا ساقط ہو جاتا ہے.........اور رضی الدین سرخسی رحمہ اللہ کی محیط میں ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے الاصل میں اِس طرف اشارہ کیا کہ داڑھی کے تمام بالوں کا دھونا واجب ہے کیونکہ اُنہوں نے فرمایا وضو کی جگہ داڑھی کے بال ہیں جو ظاہر ہوں اور داڑھی کے تمام بال ظاہر ہیں اور یہی اصل ہے کیونکہ بال اب کھال کے قائم مقام ہیں۔ تو کھال سے متعلق فرض بالوں کی طرف منتقل ہو گیا جیسا کہ بھووں میں حکم ہے۔

سعایہ میں ہے :

اَلتَّخْلِیْلُ ، جَعْلُ الشَّیْءِ فِیْ خِلَلِ الشَّیْءِ خَلَّلَ الرَّجُلُ لِحْیَتَہٗ ، اَوْصَلَ الْمَاءَ اِلٰی خِلَالِھَا وَھُوَ الْبَشَرَۃُ الَّتِیْ مِنَ الشَّعْرَاتِ .

خلال کرنے کا مطلب ہے ایک شے کے اَندر دُوسری شے داخل کرنا اور'' آدمی نے اپنی داڑھی کا خلال کیا'' کا مطلب ہے اُس نے داڑھی کے اندر جو کہ داڑھی کے بالوں کے درمیان کی کھال ہے اُس تک پانی پہنچایا۔

بنایہ میں ہے :

وَقِیْلَ ھُوَ (اَیْ تَخْلِیْلُ اللِّحْیَۃِ) سُنَّۃٌ عِنْدَ اَبِیْ یُوْسُفَ جَائِزٌ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَھُمُ اللّٰہُ۔

اور کہا گیا ہے کہ داڑھی کا خلال امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک سنت ہے جبکہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک جائز ہے۔

اِن دو حضرات کی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے خلاف یہ دلیل ہے :

لِاَنَّ السُّنَّةَ اِكْمَالُ الْفَرْضِ فِىْ مَحَلِّهٖ (اَىِ السُّنَّةُ فِى الْوُضُوْءِ اِكْمَالُ الْفَرْضِ فِىْ مَحَلِّهٖ كَتَخْلِيْلِ اَصَابِعِ الرِّجْلَيْنِ وَالْمَضْمَضَةِ وَالْاِسْتِنْشَاقِ لِاَنَّ الْفَمَ وَالْاَنْفَ مِنَ الْوَجْهِ فِىْ وَجْهٍ وَلَا كَذَالِكَ مَا تَحْتَ اللِّحْيَةِ لِسُقُوْطِهٖ بِنبَاتِ اللِّحْيَةِ) وَالدَّاخِلُ (اَىْ فِى اللِّحْيَةِ) لَيْسَ بِمَحَلٍّ لَّهٗ (اَىْ لِلْفَرَضِ لَهٗ) لِعَدَمِ وُجُوْبِ اِيْصَالِ الْمَاءِ اِلَيْهِ بِالْاِ تِّفَاقِ .

کیونکہ سنت محل فرض میں فرض پورا کرنے کو کہتے ہیں مثلاً پاؤں کی اُنگلیوں کے درمیان کا خلال کرنا اور کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا کیونکہ منہ اور ناک ایک وجہ سے چہرہ میں داخل ہیں جبکہ داڑھی کے نیچے کی کھال محل فرض نہیں ہے کیونکہ داڑھی نکلنے سے اُس کا دھونا ساقط ہوگیا ہے اور داڑھی کے نیچے کی کھال محل فرض نہیں ہے کیونکہ اُس تک پانی پہنچانا بالاتفاق واجب نہیں ہے۔

یہاں دو طرح سے دلیل بنتی ہے :

1 - دَاخِلٌ اللِّحْيَةِ سے مراد داڑھی کے نیچے کی کھال ہے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ جوھرہ میں جو یہ کہا کہ وَاَمَّا اللِّحْيَةُ فَدَاخِلُ الشَّعْرِ لَيْسَ بِمَحَلِّ الْفَرْضِ تو یہاں بھی داخل شعر سے مراد داڑھی کے بالوں کے نیچے کی کھال ہے۔

2 - داڑھی کے نیچے کی کھال محل فرض نہیں ہے تو کھال کے اُوپر جو بال ہیں لیکن مزید اُوپر کے بالوں کے نیچے چھپے ہوں وہ تو محل فرض ہوئے ورنہ پھر محل فرض نہ ہونے میں محض کھال کی تخصیص کرنی صحیح نہ ہو۔

حاصل کلام :

حاصل کلام یہ اُمور ہیں :

1 - ہلکی اور گھنی داڑھی کے حکم کے درمیان یہ فرق کیا گیا ہے کہ ہلکی داڑھی کے درمیان نظر آنے والی کھال اور بالوں کی جڑوں کو دھونا فرض ہے جبکہ گھنی داڑھی میں کھال تک اور بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانا فرض نہیں ہے۔

2 - دُرِمختار میں غَسْلُ جَمِیْعِ اللِّحْیَةِ یعنی پوری داڑھی کو دھونا فرض کیا ہے جبکہ مراقی الفلاح میں ظَاھِرُ اللِّحْیَةِ الْکَثَّةِ کے بارے میں علامہ طحطاوی رحمہ اللہ نے بتایا کہ ظاہر کی قید اِس لیے لگائی تاکہ بالوں کی جڑیں حکم سے نکل جائیں اور جڑوں سے اُوپر کے سب بالوں کو دھونے کا حکم ہے اور بنایہ کے مطابق دَاخِلٌ فِی اللِّحْیَةِ سے بھی مراد بالوں کی جڑیں ہیں۔

3 - مَا یُلَاقِی الْبَشَرَةَ اور مَا یَسْتُرُ بلکہ جَمِیْعُ مَا یَسْتُرُ الْبَشَرَةَ کے الفاظ صرف سامنے نظر آنے والے بالوں پر دلالت نہیں کرتے بلکہ چہرے کے تمام بالوں پر دلالت کرتے ہیں۔

4 - مجتبٰی میں ہے اِذَا کَانَ قَبْلَ نَبَاتِ اللِّحْیَةِ یفْتَرِضُ غَسْلُ کُلِّهٖ وَاِذَا نَبَتَ سَقَطَ غَسْلُ مَا تَحْتَهَا یعنی گھنی داڑھی آنے سے پہلے پورے چہرے کو دھونا فرض ہے اور گھنی داڑھی نکلنے کے بعد داڑھی کے نیچے کو (جو کہ کھال ہے اَندر کے بال نہیں جو کہ خود داڑھی ہے) دھونا ساقط ہو جاتا ہے۔

اِن اُمور سے معلوم ہوا کہ امداد الاحکام کی یہ بات کہ ''گھنی داڑھی کے بیچ میں بال خشک رہیں تو حرج نہیں'' کمزور بات ہے۔

بقیہ : حضرت فاطمہؓ کے مناقب

بغیر اِذن واجازتِ الٰہی اِس نفیس تعلیم نے گھمنڈ توڑ دیا کہ خیال مت کرنا میں نبی کی بیٹی ہوں، اعمال میں کوتاہی ہو جائے مضائقہ نہیں بلکہ یہ کام اللہ کے اختیار میں ہے میرا دخل نہیں، میری شفاعت بھی اُس کے لیے جس کے لیے ہوگی خدا کی اجازت ہوگی اپنے اپنے نیک اعمال کام دیں گے اور اِس مقدس بیٹی نے اِس تعلیم پر ایسا عمل کیا کہ اپنی جان خدا کی اطاعت میں فنا کردی۔

(77) یَافَاطِمَةُ اَنْقِذِیْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ. (مسلم)

اے فاطمہؓ اپنی جان کو (بذریعہ اعمال نیک) دوزخ سے نکال لے۔

اِس کے متعلق تفصیل پچھلی حدیث میں گزر چکی ہے۔ (جاری ہے)

گلدستۂ احادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، مدرس جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

تین صحابی جن کی جنت مشتاق ہے :

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ الْجَنَّةَ تَشْتَاقُ اِلٰی ثَلٰثَةٍ عَلِيٍّ وَّ عَمَّارٍ وَّ سَلْمَانَ. (ترمذی بحوالہ مشکٰوۃ ص ۵۷۸)

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ جنت تین آدمیوں کی (بہت) مشتاق ہے یعنی علی، عمار اور سلمان کی۔

ف : اِس اِرشادِ گرامی کا اَصل مقصد اِن تینوں حضرات کے جنتی ہونے کو زیادہ سے زیادہ بلیغ اور زوردار اَنداز میں بیان کرنا ہے۔ گویا آپ یہ فرمارہے ہیں کہ یہ تینوں حضرات ایسے جنتی ہیں کہ خود جنت بھی اِن کی بہت مشتاق ہے اور تیار ہو کر اِن کے انتظار میں ہے کہ کب یہ لوگ میرے پاس آتے ہیں۔ بعض محدثین کا کہنا ہے کہ جنت کے مشتاق ہونے سے مراد اہلِ جنت یعنی ملائکہ اور حور و غِلمان کا مشتاق ہونا ہے۔

تین چیزوں سے بری شخص جنتی ہے :

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ فَارَقَ الرُّوْحُ الْجَسَدَ وَهُوَ بَرِیْءٌ مِّنْ ثَلٰثٍ اَلْكَنْزِ وَ الْغُلُوْلِ وَالدَّيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ . (ترمذی ج۱ ص ۲۸۶)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جس کی رُوح اُس کے بدن سے اِس حال میں جدا ہوئی کہ وہ تین چیزوں سے بری تھا وہ شخص جنت میں گیا، وہ تین چیزیں یہ ہیں (۱) خزانہ (جس کی زکوٰۃ نہ دی گئی ہو) (۲) خیانت (۳) قرضہ۔

روزانہ صبح و شام اِس دُعا کے پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دِن راضی فرمائیں گے :

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ عَبْدٍ مُّسْلِمٍ

یَقُوْلُ اِذَا اَمْسٰی وَاِذَا اَصْبَحَ ثَلٰثاً رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَّبِیًّا اِلَّا کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ اَنْ یُّرْضِیَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ .

(مسند احمد ، ترمذی بحوالہ مشکوۃ ص ۲۱۰)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : جو مسلمان بندہ شام اور صبح کے وقت تین بار یہ پڑھا کرے رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا (میں اللہ کے رب ہونے پر، اِسلام کے دین ہونے پر، اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہوں) تو اللہ تعالیٰ پر (از راہِ فضل و کرم) یہ لازم ہوگا کہ وہ قیامت کے دِن اُس بندے کو راضی کریں یعنی اللہ تعالیٰ اُس بندے کو اِتنا اجر و ثواب دیں گے کہ وہ راضی و خوش ہو جائے گا۔

ف : اِس حدیث پاک میں غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اِس میں بندہ مسلم کو خاتمہ بالخیر اور نجات و مغفرت کی بشارت بھی دی گئی ہے اِس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ روزانہ صبح و شام تین تین بار اِس دُعاء کے پڑھنے کا اہتمام کرے۔

حضور ﷺ سوتے وقت تین مرتبہ یہ دُعاء پڑھتے تھے :

عَنْ حَفْصَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّرْقُدَ وَضَعَ یَدَہُ الْیُمْنٰی تَحْتَ خَدِّہٖ ثُمَّ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ قِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. (ابو داوٗد بحوالہ مشکوۃ ص ۲۱۱)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سونے کا اِرادہ فرماتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے رُخسار کے نیچے رکھ لیتے اور تین مرتبہ یہ دُعاء پڑھتے اَللّٰھُمَّ قِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ اے اللہ مجھے اُس دِن کے عذاب سے بچائیے جس دن آپ اپنے بندوں کو اُٹھائیں گے (یعنی قیامت کے دن کے عذاب سے)۔

حضور اکرم ﷺ روزانہ صبح و شام تین مرتبہ یہ دُعا پڑھا کرتے تھے :

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ یَا اَبَتِ اَسْمَعُکَ تَقُوْلُ

کُلَّ غَدَاةٍ اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَدَنِیْ اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ سَمْعِیْ اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَصَرِیْ لَآاِلٰـہَ اِلَّا اَنْتَ تُکَرِّرُھَا ثَلٰـثًاحِیْنَ تُصْبِحُ وَثَلٰـثًا حِیْنَ تُمْسِیْ فَقَالَ یَابُنَیَّ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْعُوْبِھِنَّ فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَسْتَنَّ بِسُنَّتِہٖ. (ابوداؤد بحوالہ مشکوۃ ۲۱۲)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والدصاحب سے کہا کہ: اباجان میں سنتا ہوں کہ آپ روزانہ یہ دُعاء پڑھتے ہیں: اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَدَنِیْ اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ سَمْعِیْ اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَصَرِیْ لَآاِلٰـہَ اِلَّا اَنْتَ آپ یہ دُعاء تین مرتبہ صبح کے وقت اور تین مرتبہ شام کے وقت پڑھتے ہیں۔ اُنہوں نے فرمایا کہ بیٹا میں نے رسول اللہ ﷺ کو اِن ہی کلمات کے ذریعے دُعاء مانگتے سُنا ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ کی سنت کی اقتداو پیروی کروں۔

ف : اِس حدیث پاک میں اِس طرف اِشارہ نکلتا ہے کہ دُعاء مانگنے اور اعمالِ خیر کے بجالانے میں اصل مقصد آنحضرت ﷺ کے حکم کی بجاآوری اور آپ ﷺ کی سنت کی اتباع و پیروی ہونی چاہیے۔

روزانہ تین بار جنت کی طلب وجہنم سے پناہ مانگنے والے کے لیے جنت وجہنم کی اللہ سے درخواست :

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ سَأَلَ اللّٰہَ الْجَنَّۃَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ قَالَتِ الْجَنَّۃُ اَللّٰھُمَّ اَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ وَمَنِ اسْتَجَارَ مِنَ النَّارِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ قَالَتِ النَّارُ اَللّٰھُمَّ اَجِرْہُ مِنَ النَّارِ. (ترمذی ، نسائی بحوالہ مشکوۃ ص ۲۱۸)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جوشخص اللہ تعالیٰ سے تین مرتبہ جنت کا سوال کرتا ہے تو جنت کہتی ہے کہ اے اللہ اِسے جنت میں داخل فرمادیجئے اور جو شخص تین بار جہنم سے پناہ مانگتا ہے تو جہنم کہتی ہے کہ یا اللہ اِسے جہنم سے پناہ دیجئے۔

ف : اِس حدیث پاک میں ملنے والی بشارت کے پیش نظر ہر مسلمان کو چاہیے کہ روزانہ صبح وشام تین تین مرتبہ اِنتہائی اخلاص سے اور اِنتہائی لجاجت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ دُعاء پڑھ لیا کرے اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّۃَ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ غَضَبِکَ وَ النَّارِ.

✿ ✿ ✿

دینی مسائل

﴿ تولید کے جدید طریقے ﴾

1۔ مصنوعی تخم ریزی : (Artificial Insemination)

مسئلہ : اگر منی اپنے زندہ شوہر کی ہو اور کسی مجبوری کی وجہ سے اِس عمل کو اختیار کیا جائے تو علاج کے طور پر جائز ہے البتہ پردہ اور ستر کی پابندی ضروری ہے اِس سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ جائز اور ثابت النسب ہوگا۔

مسئلہ : بجائے شوہر کی منی کے جان بوجھ کر کسی دُوسرے کی منی اُس کی رضامندی سے اپنی فرج میں داخل کی تو بچہ منی والے کا نہ ہوگا بلکہ شوہر کا کہلائے گا۔ ہاں اگر شوہر اُس کے اپنے سے ہونے کی نفی کردے اور گواہوں سے ثابت کردے کہ بیوی نے کسی غیر سے مصنوعی تخم ریزی کرائی ہے یا عورت خود اِس کا اقرار کرلے تو پھر بچہ کو شوہر کا نہ کہا جائے گا بلکہ صرف ماں کا ہوگا اور اُس کا کوئی باپ نہ سمجھا جائے گا۔

مسئلہ : شوہر وفات پاچکا ہو اور اُس کا مادہ منویہ محفوظ کیا ہوا ہو تو بیوہ کے لیے اُس کا استعمال جائز نہیں اور موت کی وجہ سے نکاح ختم ہوجانے کے باعث اَب وہ مادہ غیر شوہر کا ہوچکا ہے۔

2۔ ٹیسٹ ٹیوب بے بی : (Test Tube Fertilisation)

اِس طریقہ تولید میں انجکشن کے ذریعہ مادہ منویہ حاصل کیا جاتا ہے اور آپریشن کرکے بیوی کا بَیْضَۃُ اُنْثٰی (ovum) نکالتے ہیں۔ پھر ایک شیشے کی نلکی میں بَیْضَۃُ اُنْثٰی کو مردانہ نطفہ سے بارآور کیا جاتا ہے۔ جب بارآور نطفہ عَلَقَۃٌ کے مرحلہ تک نشونما پالیتا ہے تو اُس کو بیوی کے رحم میں مزید پرورش کے لیے منتقل کردیتے ہیں، مدت پوری ہونے پر بچہ پیدا ہوتا ہے۔

مسئلہ : اِس سارے عمل میں ستر اور پردے کا لحاظ رکھنا خاصا مشکل ہے لیکن اگر کسی نے یہ عمل کرالیا ہو تو بچہ جائز ہوگا۔ یہ اُس وقت ہے جب نطفے میاں بیوی کے ہوں۔

مسئلہ : اگر شوہر کے علاوہ کسی غیر کا نطفہ استعمال کیا گیا ہو پھر خواہ جنین نے بیوی کے رحم میں پرورش پائی ہو بچہ شوہر کا نہ ہوگا بلکہ جب غیر کی رضامندی سے اُس کا نطفہ استعمال ہوا ہو تو حرام کا ہوگا۔

مسئلہ : اگر نطفے تو میاں بیوی کے ہوں لیکن عَلَقَۃٌ کو بیوی کے علاوہ کسی اور عورت کے رحم میں منتقل کیا گیا ہو اور وہاں جنین نے پرورش پائی تو ہونے والا بچہ اگرچہ حلال ہوگا اور میاں بیوی ہی اُس کے ماں باپ ہوں گے جبکہ جس کے رحم میں پرورش پائی وہ رضاعی ماں کی طرح ہوگی لیکن ایسا کرنا حرام ہے کیونکہ اِنسانی اعضاء کا عاریت یا اجارہ کے طور پر استعمال بالکل جائز نہیں۔

3۔ اِنسانی کلوننگ (Human Cloning):

کلوننگ کا لغوی معنٰی ہے ایک ہی طرح کی چیزیں بنانا یا پیدا کرنا۔ بہ الفاظ دیگر ایک شے کی ہو بہو مثل بنانا۔ اِس کا اصطلاحی معنٰی ہے حیاتیاتی عمل سے کسی جاندار شے کی ہو بہو مثل بنانا۔

ہو بہو مثل کا تولید کے جنسی طریقے سے حاصل ہونا ممکن نہیں صرف غیر جنسی طریقے سے حاصل ہوسکتا ہے۔ اِس کا بیان یہ ہے کہ اِنسانی جسم میں دو طرح کے خلیے ہوتے ہیں جنسی خلیے اور جسمانی یعنی غیر جنسی خلیے۔ جنسی طریقہ تولید میں زنانہ و مردانہ جنسی خلیوں کے ملاپ سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ غیر جنسی طریقہ تولید میں جس شخص کا کلون یعنی ہو بہو مثل حاصل کرنا ہو اُس کے جسمانی یعنی غیر جنسی خلیے لیتے ہیں اور مخصوص حالات بہم پہنچا کر اُس مرکزہ میں تمام خوابیدہ کروموسومز کو فعال کر دیا جاتا ہے۔ پھر ایک عورت کا بَیْضَۃُ اُنْثٰی حاصل کر کے اُس میں سے اُس کا مرکزہ نکال دیتے ہیں اور اِس کی جگہ اُس خلیے کے مرکزہ کو داخل کر دیتے ہیں جس کے خوابیدہ کروموسومز کو فعال کیا گیا ہے جس شخص کے کروموسومز ہوں اُن میں اُس شخص کی تمام خصوصیات محفوظ ہوتی ہیں۔ اَب اِس بَیْضَۃُ اُنْثٰی کو کسی عورت کے رحم میں منتقل کر دیں، اُس سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ ہو بہو اُن تمام خصوصیات کا حامل ہوگا جو اُس شخص میں پائی جاتی تھیں جس کے کروموسومز اِستعمال ہوئے۔

مسئلہ : شریعت میں تولید کا حلال جنسی طریقہ متعین ہے۔ پھر جب تولید جنسی میں جائز محل یعنی بیوی سے تجاوز کر کے ناجائز اور حرام محل کو اختیار کرنا حرام ہے تو سرے سے جنسی طریقے کو چھوڑ کر غیر جنسی طریقہ تولید اختیار کرنا بطریق اَولیٰ حرام ہے۔

مسئلہ : کلوننگ کے عمل میں اگر کسی اجنبی عورت کے رحم کو عاریت یا اُجرت پر اِستعمال کیا جائے تو یہ بھی حرام ہے۔

مسئلہ : اِنسانوں میں کلوننگ کا تجربہ ابھی تک کامیاب نہیں ہوا ہے اور قرآن پاک کی آیات کے مطالعہ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی اِنسان کی تولید شاید کلوننگ کے طریقے سے نہ ہوسکے مثلاً قرآن پاک میں قیامت تک آنے والے انسانوں کو کہا گیا وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ اور اللہ نے تم کو مٹی سے پھر نطفہ سے پیدا کیا۔

اِس سے معلوم ہوا کہ قیامت تک آنے والے ہر ہر اِنسان کی پیدائش نطفہ سے ہوگی اور اِس کی تولید جنسی ہوگی (خواہ حلال رہی ہو یا حرام)، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ : کلوننگ کے عمل سے یہ خیال نہ ہو کہ اَب تو اِنسان خود صورتیں دینے لگا اور مصور بن گیا بلکہ اُس میں صورت تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہے اِنسان تو اُس کی نقل اور مثل یعنی (Photocopy) بناتا ہے۔

تنبیہ : کلوننگ میں مرد کا جنسی خلیہ تو اِستعمال ہوتا ہی نہیں عورت کے جنسی خلیہ سے مرکزہ نکال لیا جاتا ہے جس میں اُس کے تمام کروموسومز ہوتے ہیں۔ اُس کے بعد باقی خلیہ تو محض خوراک کا ذخیرہ ہوتا ہے اِس لیے کلوننگ میں نہ تو مردانہ جنسی خلیہ کام آتا ہے اور نہ ہی زنانہ جنسی خلیہ۔

دُعائے صحت کی اپیل

پیر طریقت حضرت سیّد نفیس الحسینی شاہ صاحب مدظلہم کافی عرصہ سے علیل ہیں قارئین کرام سے حضرت کی صحت کے لیے دُعا کی درخواست کی جاتی ہے۔

قسط : ۱۴

یہودی خباثتیں

﴿ تحریر : فلسطینی مفکر عبداللہ التل ، ترجمہ و تلخیص : مولانا سیّد سلمان صاحب ندوی ﴾

برطانیہ میں یہودی صحافت :

اٹھارہویں صدی کے اَواخر سے یہودیوں نے برطانوی صحافت پر بھی اپنے پنجے گاڑ دیے۔ 1788ء میں جب ''ڈیلی ٹائمز'' نکلا تو یہودیوں نے اِسے خرید لیا، وہ دن ہے اور آج کا دن اِس اخبار کا چیف ایڈیٹر یا خارجی داخلی مالی یا سیاسی مسائل کا ایڈیٹر ہمیشہ یہودی رہا۔ 1908ء میں جب اِس کی ملکیت ایک کمپنی کے ہاتھ میں آئی تو اُس کے بنیادی ممبران یہودی تھے۔

1855ء میں یہودیوں نے ڈیلی ٹیلی گراف خرید لیا اور پھر دھیرے دھیرے تمام اہم اَخبارات اِن کی ملکیت میں آگئے، صحافت اور وسائل ابلاغ کے ذریعہ اسمبلی اور پارلیمنٹ میں بھی اِن کی بڑی تعداد پہنچ گئی۔ انگریز بتدریج یہودیوں کی غلامی میں جکڑ لیے گئے، ونسٹن چرچل جو بڑا باجبروت اور ذہین لیڈر تھا عالمی یہودیت کا ایک اَدنیٰ خادم بنا ہوا تھا اور اِس پر فخر کرتا تھا کہ وہ ''اصلی صہیونی'' ہے۔ چرچل کے نقش ِقدم پر تمام سیاسی زُعماء اور عسکری حکام بھی چلتے رہے، اپنی قوم کے مفادات کے خلاف یہودیوں کی عالمی مخفی حکومت کی خدمت کو اُنہوں نے اپنا شیوہ بنالیا تھا۔

جہاں تک ماسونی (Freemason) تحریک کا تعلق ہے اُس نے شروع ہی سے برطانیہ کو حریت، برادری اور مساوات کے خوش کن نعروں سے مسحور کر کے اپنا مرکز بنالیا تھا۔ ماسونی لاج برطانیہ اور اسکاٹ لینڈ میں پہلے قائم ہوئے پھر دیگر ممالک میں اِن کا جال پھیلتا چلا گیا، ماسونیت نے اپنی تخریب کاریوں کے ذریعہ انگریز کی شخصیت تحلیل کر کے اور اُس کی عیسائیت کو بالکل بے حس، نیم مردہ یا مردہ کرنے کے بعد یہودیت کا ضمیمہ اور ایک اَدنیٰ خادم بنا دیا۔

2 - فرانس :

1789ء کے انقلابِ فرانس کے بعد فرانس میں یہودیوں کا اَثر ونفوذ بڑھنا شروع ہوا، اِنقلابِ

فرانس کے برپا کرنے اور اُس کو مشتعل رکھنے میں یہودیوں کا بڑا کردار رہا ہے۔ لندن سے ''بنیامن گولڈاسمتھ اور اُس کا بھائی ابرام اور موسیٰ موکاٹ'' اور اُس کا داماد ''موسیٰ مونیٹوری'' اس کو ایندھن فراہم کرتے رہے اور برلین سے ''دانیال اٹزک'' اور ''ڈیوڈ فرایڈ لانڈر'' اور ''ہرز شر بیر'' انقلاب فرانس کی مدد کرتے رہے، انقلابِ فرانس کا نتیجہ کیا نکلا؟

فرانسیسی قوم یہودیوں کے طے کردہ راستہ پر سفر کرنے لگی۔ معاشرتی اور تمدنی زندگی بے حیائی اور اَنارکی کے سیلاب میں بہنے لگی، نصف صدی میں یہودیوں نے فرانس کو بدکاری کا ایک اَڈّہ بنا دیا۔

یہودیوں نے فرانس میں بھی اپنی وہی پالیسی اختیار کی جو برطانیہ میں کامیاب ہو چکی تھی، فرانس کی سیاست، معاشیات اور ذرائع اَبلاغ پر وہ قابض ہو گئے دو عالمی جنگوں کے نتیجہ میں فرانس میں یہودیوں کے اَثر و نفوذ کا یہ عالم ہوا کہ فرانس یہودیوں کی ایک کالونی بن کر رہ گیا۔ فرانس کے سیاسی معاشی اور عسکری ڈھانچہ میں کیا زبردست تبدیلی رُونما ہوئی اِسے آپ اِس سے سمجھ سکتے ہیں کہ بیسویں صدی کے نصف اوّل کی تمام فرانسیسی نمایاں شخصیات یہودی تھیں۔

لیون بلوم		وزیرِاعظم
فنسان اوریول		صدرِ جمہوریہ
ربینہ مائیر		صدرِ جمہوریہ کئی مرتبہ وزیر ہوئے
جول موخ		صدرِ جمہوریہ
دانیال مائیر		صدرِ جمہوریہ
ماریس شومان		صدرِ جمہوریہ
فروسر		صدرِ جمہوریہ
موریس بٹش		صدرِ جمہوریہ
ہیروی الونڈ		اٹلانٹک کونسل میں فرانس کے دائمی نمائندہ
بوریز		صدر کمیونسٹ پارٹی

منڈس فرانس		وزیراعظم
جاک چڑن		کئی مرتبہ وزیر ہوئے
ہنری الور		کئی مرتبہ وزیر ہوئے
گاسٹن بالوسکی		محکمہ ایٹمی طاقت کے ذمّہ دار
دی مارگولین		یورپین کوآپریٹیو معاشی فاؤنڈیشن کے جنرل سیکرٹری
اے مانٹو		جنرل ڈی گول کے سیکرٹری
جے گرنفال		سفیر اور حاکم مراکش
سوسٹیل		سفیر اور حاکم الجزائر
اڈجرفور		وزیراعظم
جارج بوری		صدرِ مملکت کے دائمی مشیر اور ایڈیٹر اَخبار Law-Lumiere
اندریہ ٹیلم		تأسیسی کونسل کے نائب صدر
ریمون آرون		سوربون یونیورسٹی کے پروفیسر
لوئی جوکسی		ماسکو میں فرانس کے سفیر
دانیال لیوی		ہندوستان، جاپان اور چیکوسلوواکیہ میں سفیر فرانس
لیون میس		فرانس کے چیف جسٹس
جولین کین		صدر نیشنل لائبریری
رابرٹ ہرشی		ڈائریکٹر مخابرات (محکمہ جاسوسی)
و بوم جارٹز		فرانسیسی بنک کے آڈیٹر جنرل
ہنڈرریز		امریکہ میں فرانسیسی صحافت کے نمائندہ
لیوکوورسکی		ڈائریکٹر اٹامک لیبارٹری

جنرل کو ینگ		جرمنی کے مقبوضہ علاقہ میں فرانسیسی فوج کے کمانڈر اور وزیر دفاع
جنرل زنوئی بیسکوف		جاپان میں فرانسیسی اَفواج کے کمانڈر اِن چیف
اڈمیرل لوئی کان		صدر .N.A.T.O اور ایک مرتبہ فرانس کی مسلح اَفواج کے جنرل سیکرٹری رہے۔
جنرل بیلو		وزیر دفاع
جنرل بیر برساک		یورپ کی متحدہ اَفواج کی ہائی کمان کے کمانڈر اِن چیف
رابرٹ والکو		نورمبرگ مقدمہ میں فرانس نمائندہ
ہ۔الفانڈ		ماسکو میں بعض علاقوں کے بارے میں گفت وشنید کے لیے
ر۔کاچ		فرانس کے نمائندہ

یہ نام اِختصار کے ساتھ دیئے گئے ہیں اگر اِن لوگوں کے ناموں کا اِستقصاء کیا جائے جو فرانس کے مختلف شعبہ ہائے جات میں اہم ترین اور حساس مقامات اور مناصب تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے تو صرف فہرست کے لیے کئی جلدیں دَرکار ہوں گی۔

جہاں تک فرانس کے ذرائع ابلاغ کا تعلق ہے تو برطانیہ کی طرح یہودی فرانس کے ذرائع ابلاغ پر بھی پوری طرح قابض ہو گئے۔ اِنہوں نے نہ صرف یہ کہ فرانسیسی پرچوں اور رسالوں کو خرید لیا بلکہ اپنے میگزین اور اَخبارات جاری کیے، خالصتاً یہودی جرائد کی تعداد ۳۶ تھی بعض پرچے ''یدیش'' (یورپ کے یہودیوں کی زبان) میں اور متعدد پرچے فرانسیسی زبان میں جاری کیے، ذرائع ابلاغ کے استعمال کے نتیجہ میں اُنہوں نے فرانسیسیوں کے ذہن ودماغ کو اِس درجہ متاثر کر دیا کہ اَب وہ ''کوہین'' اور ''حائیم'' کے عینک سے ہی حقائق کو دیکھنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ کمال یہ ہے کہ یہودیوں نے فرانسیسی ہیرو ''بیٹن'' کو خائن اور مجرم قرار دیا اور ''بلوم''، ''مندلیس''، ''سوسٹیل'' وغیرہ مجرمین اور خائنین کو وزارتِ عظمیٰ کی کرسی تک پہنچا دیا۔

3 - رُوس :

زارِ رُوس کی حکومت سے یہودیوں نے زبردست انتقام لیا جس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ وہ عیسائیت

کے استحکام وفروغ کے لیے مستحکم ستون کی حیثیت رکھتی تھی اور اُس نے یہودیت اور صیہونیت پر روگ لگا رکھی تھی اور جب بھی یہودیوں کی ریشہ دوانیوں سے کسی رُوسی شہر کی معاشیات متاثر ہوئی تو زارِ رُوس کی حکومت نے یہودیوں کے خلاف سخت ترین کارروائیوں سے گریز نہ کیا۔ یہودیوں کی مخفی حکومت نے رُوس سے عیسائیت کی جڑیں اُکھاڑنے اور رُوسی قوم سے انتقام لینے کا فیصلہ کیا، اِس پس منظر میں ۱۹۱۷ء کے بالشویک انقلاب کو دیکھنا چاہیے اِس انقلاب کی زبانی، عملی، مالی اور منصوبہ بندی کی کوششوں کے پیچھے مندرجہ ذیل شخصیات نمایاں تھیں :

TROTSKY	ٹروٹسکی	1
SVERDLOY	سوردلو	2
KAMENEV	کامنیف	3
SOKOLNIKOFF	سوکول نکو	4
URITSKY	ارٹسکی	5
LIVITANUFF	لتونوف	6
ZINOVINV	زینونوف	7
RADERK	راڈرک	8
KAGANOVITCH	کاجانووچ	9
STALIN	اسٹالین	10

یہ سب سخت متشدد یہودی تھے، اسٹالین کی بیوی یہودی تھی۔

بالشویک اِنقلاب کی مالی اِمداد میں پیش پیش مندرجہ ذیل یہودی تھے : (1) ماکس واربرگ (2) اُس کا بھائی پال یہ دونوں نیویارک کی Kuhnloeb & Co یہودی کمپنی سے متعلق تھے (3) کراسن (4) فرس ٹنبرگ

اِنقلاب کے اِبتدائی ایام ہی میں یہودی اِقتدار پر قابض ہو چکے تھے۔ اُنہوں نے اِنقلاب کے

دَوران اور اِس کے بعد کروڑوں اِنسانوں کو قتل کر کے رُوسی قوم سے تاریخ کا بدترین انتقام لیا، اِنقلاب کے بعد سیاسی انتظامات میں جو چہرے سامنے آئے اُن میں یہودیوں کی نمائندگی حسبِ ذیل تھی :

1	لینن	مبہم
2	اسٹالین	اِس کی بیوی یہودی تھی
3	ٹروٹسکی	یہودی
4	کامینیف	یہودی
5	سوکول نکو	یہودی
6	زینوف	یہودی
7	پیتوف	رُوسی

اِنقلاب کے ذمّہ داروں اور جنگی اِنتظامات کے جرنیلوں میں یہودیوں کا تناسب مندرجہ ذیل تھا :

1	ٹروٹسکی	TROTSKY	یہودی
2	جوف	JOFFE	یہودی
3	بوکیج	BOKIJ	قفقازی
4	پوڈووسکی	PODWOISKI	رُوسی
5	مولوٹوف	MOLOTOV	اِس کی بیوی یہودی تھی
6	نیوسکی	NEWSKI	رُوسی
7	اُنشلخت	UNHSCHLICHT	یہودی
8	یورٹسکی	URITSKY	یہودی
9	سویرڈلوف	SWERDLOV	یہودی
10	انتونوف	ANTONOV	رُوسی
11	میکونوسنین	MECHONDSCNIN	رُوسی

12	گوسیف	GUSSEV	یہودی
13	ارمجیف	ERMENJEV	رُوسی
14	جرجنسکی	DJERJINSKI	پولینڈ کا
15	دبنکو	DYBENKO	یوکرائن کا
16	راسکول نکول	RASKOLNIKOV	رُوسی

بالشویک اِنقلاب کے ایک سال بعد رُوسی حکومت کے محکموں میں کس قدر یہودی اثر ونفوذ قائم ہو چکا تھا اِس کا اَندازہ مندرجہ ذیل اَعداد وشمار سے لگایئے :

نام اِدارہ	مجموعی ملازمین	یہودیوں کی تعداد
اِنقلاب کے بعد حکومت کے وزاراء	22	17
جنگی منتظم	43	34
کمیٹی اُمور داخلہ	64	45
کمیٹی اُمور خارجہ	17	13
مالی اُمور	30	26
عدالتی اُمور	19	18
محکمۂ صحت	5	4
اُمورِ تعلیم	53	44
محکمۂ تعمیرات	2	2
رُوسی ریڈ کراس	8	8
صوبائی ڈائریکٹریٹ	23	21
صحافت	42	41

ملازمین کی جائزہ کمیٹی	7	5
زارِ رُوس اور اُسکے خاندان کے قتلِ عام کی تحقیقات کمیٹی	10	7
اعلیٰ معاشی کمیٹی	56	45
ماسکو میں ملازمین اور فوج کا دفتر	23	19
چوتھی سوویت کانفرنس کی مرکزی کمیٹی	34	33
پانچویں سوویت کانفرنس کی مرکزی کمیٹی	62	34
کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی	13	9
ٹوٹل	532	425

ظاہر ہے کہ اِن تمام محکموں میں یہودیوں کا اَوسط تناسب 80% تھا۔ اَسٹالین کے زمانے میں سوویت یونین میں یہودیوں کا اَثر ونفوذ زبردست رہا وہی سیاست کی ہائی کمان کے ذمہ دار تھے۔ خروشچوف کی حکومت کے دَور سے یہودیوں کی گرفت کمزور پڑنا شروع ہوئی، یہودیوں کی مخفی حکومت نے جب یہ اَندازہ کرلیا کہ خروشچوف صہیونی گرفت سے باہر ہے اور وہ یہودیوں کے فلسطین منتقل ہونے کی اجازت دینے کو تیار نہیں ہے تو عالمی یہودی حکومت نے سوویت یونین کے خلاف زبردست مہم شروع کی اور اُس پر یہ الزام لگایا کہ یہ ''سامی دُشمن'' حکومت ہے۔ آج یہ پروپیگنڈہ زور وشور سے چل رہا ہے کہ سوویت یونین میں یہودیوں پر ظلم ہو رہا ہے۔ (خیال رہے کہ یہ بات ۱۹۶۴ء کی ہے) میں نے ماسکو ریڈیو کی نشریات میں یہودی پروپیگنڈہ کی تردید کے سلسلہ میں یہ بیان پڑھا تھا :

''سوویت یونین کی آبادی ۲۲۵ ملین ہے، اِن میں دوملین (۲۰/لاکھ) یہودی سوویت یونین میں شہریت کے تمام حقوق سے مستفید ہو رہے ہیں جس کی دلیل یہ ہے :

77,000 یہودی طلباء یونیورسٹیوں میں پڑھ رہے ہیں۔

427000 معاشی ماہرین یہودی ہیں۔

36,000 سائنسداں یہودی ہیں۔

تردیدی بیان میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ یہودی 105% فیصد ہیں اِن کی نمائندگی کی فیصد مندرجہ ذیل ہے

14.7% ڈاکٹر	1.4% وکلاء	14% رائٹرز
63% فنکار	23% موسیقار اور میوزک کے موضوع کے قلمکار	

اور یہ کہ 7647 یہودی حکومت کے اہم مناصب اور عہدوں پر فائز ہیں، یہ عہدے سوویت اعلیٰ کونسل کی ممبرشپ سے لے کر میونسپلٹی کی ذمہ داریوں پر محیط ہیں۔ ایک تعداد فوجی جرنیلوں کی یہودی ہے اِن کے متعدد روزنامے ہیں اور سوویت یونین کے اکثر پرچوں اور روزناموں میں وہ کسی نہ کسی حیثیت سے شریک ہیں۔ (جاری ہے)

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمدللہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیز و اقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اور خدام خانقاہ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 5330310 - 42 - 092 - 5330311 - 42 - 092

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 7726702 - 42 - 092 - 7703662 - 42 - 092

موبائل نمبر 4249301 - 0333

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر 0-7915 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر 1-1046 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)